منظوم کلام

السیّد غلام معین الدّین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب گولڑہ شریف المعروف لالہ جیؒ

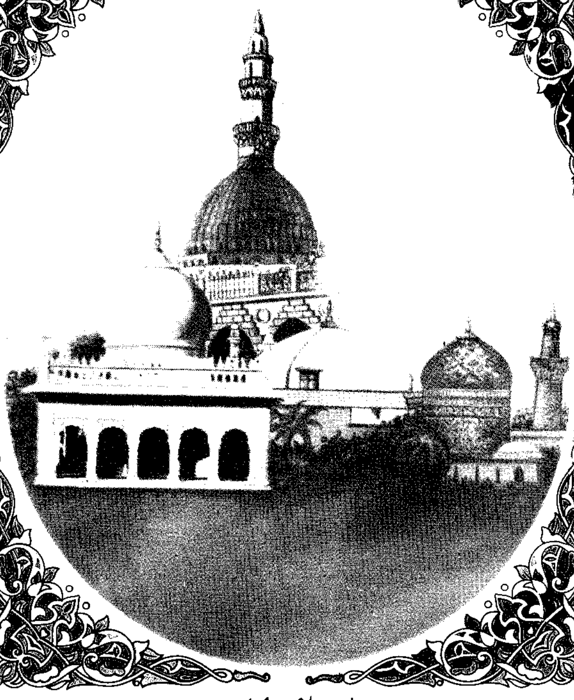

اسرارُ المشتاق

باہتمام:- سیّد پیر شاہ عبدالحق شاہ صاحب مدظلہ العالی

﴾:عاجزانہ اپیل:﴿

میرے بچّوں کی صحت و تندرستی کے لئے دُعا فرمائیے . اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے. آمین

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

◎

بار دوم

مقامِ اشاعت ———— گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد
تاریخ اشاعت ———— ۱۰ر ذیقعد ۱۴۱۹ھ
خطاطی ———— محمدؐ ریاض اعظمی
۲۰۵ ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور

◎

پرنٹنگ پروفیشنلز
کوپر روڈ لاہور، فون

ھدیہ : ۵۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَسرارُ المشتاق کا تعارف

حاضرین کرام پر واضح ہو کہ زیرِ نظر کتاب " اسرارُ المشتاق " جو دو کلمات پر مشتمل ہے۔ اس کے دوسرے کلمے کی تشریح تو واضح ہے کہ مشتاق سے کون مراد ہے۔ کیونکہ ایک طویل مدت تک وہ کھلی کتاب کی طرح سب لوگوں خصوصاً دربار شریف سے تعلق رکھنے والوں کے سامنے رہے۔ تحریری طور پر بھی ان کے جد امجد کی سوانح عمری " مہرِ منیر " میں پھر آپ کے والد ماجد کے مطبوعہ خطوط " فرمودات مسافرِ چند روزہ " میں بھی مزید وضاحت ہو چکی ہے۔

اب پہلے کلمہ یعنی اَسرار کے بارے میں حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہٗ کی تصانیف اور افادات کی روشنی میں کچھ عرض کرنا مقصود ہے تاکہ صاحبِ کتاب کی طرح کتاب کی بھی ضروری وضاحت ہو جائے۔ لفظ " اسرار " قرآن و حدیث اور دینی کتابوں خصوصاً تصوف میں عام مشہور ہے۔ اَسرار اور سِر دونوں کا وسیع استعمال ہے۔ سِر کا عام معنی راز اور بھید کیا جاتا ہے۔ اربابِ طریقت میں انسان کے اندر جو غیبی لطائف اپنے خاص احکام و آثار کے ساتھ موجود ہیں ان میں پانچ مشہور ہیں۔ نفس۔ قلب۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ اور ان کے مقامات بھی خاص ہیں گو وہ محسوس نہیں۔ مثلاً لطیفۂ سر پانچ لطائف کے درمیان میں اس کا محل سینہ ہے۔ عالمِ قدس کا فیضان براہِ راست اس پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد دُوسرے لطائف پر تقسیم ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی بھی سِر اور راز اس کے واسطہ کے بغیر نہیں۔ پھر جمع " اسرار " کا مفہوم اور بھی وسیع ہے جو تشریع و تکوین سب کو شامل ہے اور ہر عارف کو تکوین و تشریع سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ سُورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات سے ظاہر ہے۔

گو نبی پر تشریع غالب ہوتی ہے مگر تکوین سے رابطہ ہوتا ہے۔ گو نبی کا اصل مقصد تشریع کی اشاعت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔
(الانبیاء۔ ۲۵)

جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا خلاصہ ہے کہ اس کائنات دُنیا و آخرت میں اصلی موجود حقیقی محض فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ باقی سب اسی سے ظہور ہے اور یہی مسئلہ اربابِ حقیقت کے نزدیک بُنیاد ہے۔

کلمہ کا دُوسرا جملہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بطور دلیل ہے کہ باوجُودیکہ دُنیا میں کئی مظاہر کو اصلی مؤثر سمجھ کر ان کی عبادت کی جاتی ہے لیکن حقیقت میں یہ سب عکس و پرتو ہیں۔ اصل کار فرما وہی ذاتِ حق ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں یہ حدیث کتاب الشعر میں ایک مصرعہ کی صُورت میں مذکور ہے جو ایک مشہور صحابی کعب بن ربیعہ کا ہے۔ جسے سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لُبَیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلُ۔

لہٰذا یہاں باطل کا مفہوم حسب تصریح محققین ہر وہ چیز ہے جو اپنے وجُود و تصرّف کے اعتبار سے غیر مستقل ہے۔ وجود حقیقی اور حقیقی تصرف فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو الٰہ کا مفہوم ہے۔ باقی سب اس کا اذن و عطا ہے اور یہی کلمہ طیبہ کی شرعًا اصل حقیقت ہے جو درجہ بدرجہ ہر مومن کو اپنے نبی کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی معرفت جس قدر زیادہ ہوگی ایمان میں اسی قدر کمال ہوگا۔ لہٰذا اس سرِ حقیقی کے متعلقہ اَسرار پہلے عارف کے لطیفۂ سِر میں آتے ہیں پھر بقدر استعداد و اجازت دُوسرے صاحبِ نصیب حضرات پر تقسیم ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کے سمجھنے کے بعد کسی صاحبِ اَسرار کے کمالات تک رسائی ہوتی ہے اور یہ مناسبت تک موقوف ہے۔ جتنی مناسبت ہوگی اسی قدر اَسرار کا فیضان ہوگا۔ مناسبت سے مُراد رُوحانی تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس نعمت سے واقفیت عطا فرما کر دُنیا و آخرت میں سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

مفتی فیض احمد عفی عنہ
مؤلف مہرِ منیر دربار عالیہ گولڑہ شریف

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

فہرست

صفحہ نمبر

مقدمہ ۱

حمد باری تعالیٰ ۱۱

خُدا کی قسم ہے خُدا جلوہ گر ہے اسی کی حقیقت میں جلوہ گری ہے ۱۲
نکلتی ہے دل سے صدا اللہ اللہ ۱۳
ہے کون اس کے سوا لا الٰہ الا اللہ ۱۳
مَیں نہیں ہوں ۱۴
گئے ہم زمانے میں کس جا نہیں ۱۵
مرے مولا مری بگڑی بنا دے ۱۶
اوّل و آخر نہان و آشکار ۱۶
ہر کسے را آب و دانہ می کشد ۱۷
صُورتِ انسان میں ۱۹
ابتدا انتہا ہی نہیں ۲۰
محبت میں نفرت ۲۱

نعت رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳

گئے عرش پر بڑی شان میں بلغ العلیٰ بکمالہٖ ۲۴
سلام ۲۵
السّلام اے مرکز پرکارِ عشق ۲۶
بشر شانِ رب العلیٰ بن کے آیا ۲۷
میرا دل اور میری جان مدینے والے ۲۷
یہ کرنے کا ہے کام کر جاؤں گی ری ۲۸
مُحمّد مصطفےٰ اینجا حبیبِ کبریا اینجا ۲۸
مالک جان و دل محمدؐ ہے ۲۹
جہاں مشتاق کا اب آشیاں ہے ۲۹
نگاہِ ناز سے اِک بار دیکھو ۳۰
شہ دوسرا کی گدائی ملی ہے ۳۰
سرِ دُرِ دیں کا آستانہ ہے ۳۰
نظر کا رنگ بدلا جا رہا ہے ۳۱
مدینہ نہیں یہ تو عرشِ بریں ہے ۳۱
جن کے شافع حشر میں سرکار ہیں ۳۲
جسے وہمِ ہستی مٹانا نہ آیا ۳۲
یار کا جلوہ کہاں اہل نظر سے دُور ہے ۳۳
نہیں ہے کوئی دُنیا میں ہمارا یا رسُول اللہ ۳۳
کبھی تو مرے دل میں آ کملی والے ۳۴
یا محمدؐ پیش تو رُوئے سیاہ آوردہ ام ۳۴
قرآنِ ناطق ۳۵
کبھی نصیب کا اپنے بھی یہ زمانا تھا ۳۵
محبُوب ربُّ العالمین ۳۶
درِ حبیبؐ پہ جا کر کروں گا یہی سوال ۳۷

مناقب اولیاء اللہ ۳۸

یہ عقیدہ عشق میں تیرے کھلا ہے ۳۹
مِلا جب کسی کا پیامِ محبت ۳۹

درِ دولت پہ حاضر ہے گدا یا شاہِ جیلانی رضؓ ۴۰
شاہِ جیلاںؓ کا اِک گدا ہوں میں ۴۰
گھر کرے چور کے دل میں بھی صداقت تیری ۴۰
درِ غوث پہ سر جُھکانے چلا ہُوں ۴۱
کیا شان ہے تیری صلِّ علیٰ یا عبدالقادر جیلانی رضؓ ۴۱
یہی ہے مجھ کو حیرانی محی الدّین جیلانی رضؓ ۴۲
محی دین مصطفٰےؐ بغداد کی سرکار ہے ۴۲
نشان بے نشانی چاہتا ہوں ۴۳
مرا چاہنا دیکھو کیا چاہتا ہوں ۴۳
سُنانے ہجر کا سب ماجرا غریب نوازؒ ۴۴
غریب ہے تیرا بیمار یا غریب نوازؒ ۴۴
خواجہؒ دوسرا غریب نوازؒ ۴۵
خواجہؒ ہندالولی کا ہوں غلام ۴۵
السّلام اے سایۂ لطفِ رحیم ۴۶
صُورت انسان کامل را نشان مولائے روم ۴۸
سیّدی و مُرشدی یا خواجہؒ مہر علی رضؓ ۴۸
جس گھڑی تیری دید ہوتی ہے ۴۹
شاد باش اے محسنؒ عالی مقام ۴۹
قونیہ میں ایک قِصّۂ جانستان ۵۰
سہرا مُبارک ۵۱

غزلیات ۵۲

نالے کرتا ہے آہیں بھرتا ہے ۵۳
آرزوئے وصلِ جاناں میں سحر ہونے لگی ۵۳
آئندہ پھر نہ آئے کبھی ہجر یار میں ۵۴
پھراتا در بدر ہے کو بکو دردِ جگر مجھ کو ۵۴
تمہارے واسطے دل بے قرار رہتا ہے ۵۵
یہی کہ دیا مہ لقا کر دیا ۵۵
ترچھی نظروں سے وار کرتے ہو ۵۶
نظر ملا کر کسی نے یارو نظر کا جادو چلا دیا ہے ۵۷
اِن مست نگاہوں میں تو انکار نہیں ہے ۵۸
نہیں زخمِ دل اب دکھلانے کے قابل ۵۸
مریضِ عشق تڑپا رہے دَوا نہ کرے ۵۹
ہر بار ان کا کہنا ہے ہم آج نہیں کل آئیں گے ۶۰
خدارا اپنے کوچے میں قدم دو تین رکھنے دو ۶۰
ہر جور و ستم جس کو گوارا نہیں ہوتا ۶۱
خُداوندا یہ کیسے لوگ اس بستی میں بستے ہیں ۶۱
حالات بدلتے رہتے ہیں ۶۲
سوزِ دل سے سازِ دل ۶۳
سُن پائے اگر ہجر میں تقریر کسی کی ۶۴
زندگانی کا مزا آنے لگا ۶۵
وہ کہتے ہیں کہ ہم پہلو چُرا جاتے تو کیا ہوتا ۶۵
دِل ہمارا اور اُن کا روئے تاباں دیکھئے ۶۶
بڑی مُدّت سے جس کی جستجو ہے ۶۶
رنج دے دے کے کسی نے مجھے ناشاد کیا ۶۶
یہ کس کا ذکر ہوتا ہے یہ کس کی یاد ہوتی ہے ۶۷
دل کی دُنیا تباہ کرتے ہیں ۶۷
وہ تصوّر میں آئے جاتے ہیں ۶۸
ابھی اے مرگ تیرا کام نہیں ۶۸
دیکھئے لے جائے اب وحشت کہاں ۶۹
ہچکیوں کا زور ہے لب پر کسی کا نام ہے ۶۹
خوشی کے گیت لب پر آ رہے ہیں ۷۰
دفعتاً اُبھرے جو داغ عشق سارے رات کو ۷۰
اک اسی کا پتا نہیں معلوم ۷۱
نہ قاصد ہو نہ کوئی راز داں ہو ۷۱
عشق تجھ سے جو ہم نے یار کیا ۷۲
کر نہ زحمت نظر ملانے کی ۷۲
سُدھ نہ پانی کی تھی نہ دانے کی ۷۳
وہ شوخ میرے حال سے کچھ بے خبر نہیں ۷۳
اب تو اس بُت سے آشنائی ہے ۷۴
رات ساری جناب خُوب رہی ۷۴
یہ کہاں تھی میری قسمت کہ وصال یار ہوتا ۷۵
وہ جتنی بھی کرتے ہیں مجھ پر جفائیں ۷۶
سینے میں کوئی آکے جو مل جائے تو بہتر ۷۶
آج کل ۷۷
تجلّی دیکھ کر اس مہ لقا کی ۷۷
جب تک کہ مرے درد کا درماں نہ ہوگا ۷۸
وہ جلوے نظر میں سمائے ہوئے ہیں ۷۸
آج کل ۷۹
کیا سے کیا دو دن میں حالت ہوگئی ۸۰
غمِ فرقت میں مر جانا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سُننا ۸۰
جب بھی ان کا خیال آتا ہے ۸۱
کیوں خود بخود جُھکا ہے یہ سر کچھ نہ پوچھئے ۸۱
دل آزما کے دیکھ جگر آزما کے دیکھ ۸۲
اس ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سے جب یاد کسی کی آتی ہے ۸۲
غیر کے در پہ سر جُھکایا ہی نہیں ۸۳
رو برو وہ غیرت خورشید ہے ۸۳
جس کی محفل میں ذکر یار نہیں ۸۴
بات خلوت میں اِک سُنانی ہے ۸۴
ملی فرصت جو کچھ سوزِ جگر سے ۸۵
تجھ سے قاتل کو پیار کرتا ہوں ۸۵
جس کے ہم مارے ہوئے ہیں وہ ستم گر اور ہے ۸۶
وہ اپنی شانِ حُسن دکھا کر چلے گئے ۸۶
دل سوزاں سے وہ دست تسلی دُور ہی کیا تھا ۸۷
توفیق محبت کیا دیدار کی دولت کیا ۸۷
چپکے چپکے ۸۸
بڑے بے مروت بڑے بے وفا ہو ۸۸
اپنی غربت سے تری شان سے ڈر لگتا ہے ۸۹
تری فرقت میں کوئی مرتا ہے ۸۹
میرے ان کے درمیاں جو عہد و پیماں ہوگئے ۹۰
پھُول تو ہیں مگر بہار نہیں ۹۱
تعلق ہوگیا اس آستاں سے ۹۱
اے جانِ من ۹۲
اِن دنوں ۹۳
کچھ یاد ہے ۹۳
پیار کی گھنٹی ۹۴
او صنم تیرے نہ آنے کی قسم کھاتا ہوں میں ۹۵
گفت یار من کہ خواہم یک شبے ۹۵
محبت ۹۶
نقاب رُخ سے ہٹاؤ تو کوئی بات بنے ۹۸
ہوئی ہے نہ ہو مجھ سے اُلفت تمہاری ۹۸
بیٹھے ہوئے ہیں زلفِ پریشاں لئے ہوئے ۹۹
مجھ کو تجھ سے پیار ہے پیارے ۹۹
مجبور ہوں لاچار ہوں اے جان تمنّا ۱۰۰
سلامت باد وہ سلطانِ خوباں ۱۰۰
آمنا سامنا ۱۰۱
سیر وہ دیکھتے ہیں غور سے پروانوں کی ۱۰۲
دِل سے خیالِ یار بھلانا محال ہے ۱۰۲

مقدمہ

شعر گوئی کی تاریخ بہت طویل ہے۔ کسی بات کو احسن طریقے سے بیان کرنا شاعری کہلاتا ہے معنوی اعتبار سے ہر اچھی بات کو شعر کہا جا سکتا ہے۔ مگر ظاہری اسلوب کا لحاظ کرتے ہوئے ایک مخصوص طرزِ بیان کو شعر کہا جاتا ہے۔

جب سید الکونین امام القبلتین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عرب میں شاعری کا عام رواج تھا بلکہ عرب کی معاشرتی زندگی شاعری کے بغیر بے معنی تھی مگر شاعری کا مفہوم یہ تھا کہ تعریف میں یا تنقیص میں بدترین جھوٹ نہایت خوبصورت الفاظ اور حسین ترین پیرائے میں بیان کیا جائے۔

ایک شاعر محض الفاظ کی بندش، قافیہ بندی اور افسانوی خیالات و تمثیلات کے ذریعے اپنے ممدوح کو خاک سے اٹھا کر آسمان پر چڑھا دیتا تھا یا مدمقابل کا وقار محض گندی زبان اور برے الفاظ کی پرکشش اور خوبصورت بندش کے ذریعے اس کی تمام خوبیوں کے باوجود مٹی میں ملا دیتا تھا۔

اور سب لوگ یہ جانتے تھے کہ شاعری محض جھوٹ کا پلندہ ہوتی ہے۔ اس لئے کفار نے قرآن مجید کی صداقت و حقانیت کا زور توڑنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس کو شاعری اور سراپا حق و صداقت، پیکر تقدس و امانت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کہنا شروع کیا۔ قران کا بیان ہے:

بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر

بلکہ کافروں نے کہا کہ یہ (قرآن) تو بیہودہ خواب ہیں بلکہ یہ تو (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) جھوٹ باندھ لیا ہے بلکہ وہ تو ایک شاعر ہے۔

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ؕ

اور کفار کہتے ہیں کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ایک مجنون شاعر کی خاطر۔ (الصافات : ۳۶)

او یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون

کیا کفار کہتے ہیں کہ یہ (حضرت محمدؐ) تو بس شاعر ہے ہم اس پر گردش زمانہ کے منتظر ہیں۔

یعنی کفار کہتے تھے کہ جس طرح شاعر اپنے زورِ کلام سے ایک شور بپا کر لیتا ہے۔ لوگوں کو جمع کر دیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ساری رونقیں ختم ہو جاتی ہیں۔ شاعری تو محض افسانوی جھوٹ ہوتا ہے اس کو بقا نہیں ہوتی۔ اس طرح یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی محض شاعر ہیں۔ ان کی مقبولیت صرف اتنی ہے کہ جب وقت گزرے گا تو یہ سب کچھ ختم ہو کر رہ جائے گا مگر اللہ جل شانہٗ نے ان کی تردید کرتے

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

ہُوئے فرمایا :

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝ الحآقۃ ۴۰، ۴۱

یہ تو ایک عزت والے رسُول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے تم مانتے ہی نہیں ہو۔

اس دَور میں شعر و شاعری کی جو حیثیت تھی اس کے مطابق کفار نے بات کی اور قرآن مجید نے کفار کی شاعری کو ایک جگہ نہایت واضح طور پر بیان فرمایا اور ساتھ ہی شعر و شاعر کا دُوسرا مثبت اور مفید روپ بھی بتلا دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ

اور بدراہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلتے ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ وادی وادی سرگرداں رہتے ہیں وہ وہی کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ ہاں مگر وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اچھے کام کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا ظلم سہنے کے بعد بدلہ لیا۔ (الشعراء : ۲۲۴ ، ۲۲۷)

آیت مندرجہ بالا میں خُدائے ذوالجلال نے کفار شعراء کی مذمت کرتے ہُوئے مُسلمان شعراء کی توصیف کر دی ہے۔ شیخ اسماعیل حقی اس آیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمان شعراء کا محور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اس کی اطاعت حکمت، نصیحت، دُنیا میں زہد اور آخرت کی ترغیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی شاعری اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس کی طرف مائل کرتی ہے۔ فرماتے ہیں ذکرِ کثیر سے مراد عددی کثرت نہیں ہے کہ الفاظ بہت زیادہ ہوں بلکہ اصل مُراد یہ ہے بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل کر لے اور یہ اعلیٰ مقصد مسلمانوں کی شاعری سے حاصل ہوتا ہے کہ بندہ دُنیا میں اُلجھا ہوا اور غفلت میں پڑا ہوا ہوتا ہے مگر اہل اللہ میں سے کسی کا ایک شعر بھی سن لے تو فوراً خشوعِ قلب اور دیدہ پُرنم کے ساتھ محبُوبِ حقیقی و ازلی کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بہت سارے ایسے تھے جو شعر کہتے تھے۔ اگرچہ سب نے باقاعدہ شاعری نہیں کی مگر تھوڑے بہت اشعار ضرور کہے اور جو صحابہ باقاعدہ شاعری فرماتے تھے، ان میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت شہرت ملی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر بٹھاتے تھے اور وہ حضرت حبیبِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و حسنات اپنی شاعری میں بیان کرتے تھے۔ کفار تو رسُول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے، تنقیص شان کی شیطانی کوشش میں لگے رہتے تھے اور صحابہ کرام آپ کی توصیف میں بڑھ چڑھ کر شعر کہتے تھے۔ حدیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطورِ خصوصی کفار و مشرکین کا جواب دینے کے لئے شعر کہنے کا حکم فرمایا اور دیگر صحابہ کو بطورِ عمومی اس کا حکم فرماتے تھے۔

آپ کا فرمان ہے : اهجهم فوالذی نفسی بیده لهو اشد علیهم من النبل۔

ترجمہ : ان کی ہجو کرو پس اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ ان پر تیر اندازی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

جاھدوا المشرکین باموالکم و انفسکم والسنتکم۔

ترجمہ : مشرکوں کے خلاف اپنے اموال، جانوں اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔

حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا :

اھج المشرکین فان جبریل معك۔

ترجمہ : مشرکوں کی ہجو کر بیشک جبرائیل تیرے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی غیبی مدد فرمائی اس کو جبرائیل کی معیت کا عنوان دے کر بیان کیا گیا اور یہاں پر اہل اللہ کی شاعری کو جبرائیل کی معیت یعنی تائیدِ ایزدی کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

اور پھر حضرت رسُولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :

ان من الشعر لحکمۃ۔

یعنی کچھ شعر سراپا حکمت ہوتے ہیں۔ یہاں شعر پر مِن تبعیضیہ اس لئے لگایا گیا ہے کہ صرف اہل اللہ کے اشعار حکمت سے معمور ہوتے ہیں کیونکہ لغویات بکنے والوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

اصحابِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شعر کہنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ بطور تبرک اور بطورِ سند چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :۔

خلفاءِ راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عُمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت حسن علیہ السلام نے شعر کہے۔ ناقدینِ شعر و ادب نے حضرت علی المرتضیٰ رض کے اشعار کو فصاحت و بلاغت کا عُمدہ نمونہ قرار دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر، حضرت لبید بن ربیعہ اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم شاعری میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ دیگر چند صحابہ کے اسماء گرامی یہ ہیں : اسود بن سریع، امراؤ القیس، ایمن بن خریم، ثمامہ بن آثال، جارود بن عمرو، زبرقان بن بدر، زید بن مُہلہل، صفوان بن معطل، ضرار بن ازور، عباس بن مرداس، عمرو بن مطرہ، فروہ بن مسیک، قیس بن عاصم، ابوجندل بن سہیل، ابوسفیان بن حارث۔

مُسلمانوں کی پاکیزہ شاعری نے عہدِ رسالت میں بھی کفر کا زور توڑا اور فروغِ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً یہ کہ فتح مکہ کے بعد قبیلہ بنو تمیم کے سردار وفد کی صُورت میں مدینہ طیبہ حاضر ہُوئے (ابھی مُسلمان نہ تھے) اور اپنے ساتھ اپنے شعراء کو لائے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے شعراء اپنے شعروں میں ان کی عظمتوں کے گیت گائیں گے تو مسلمان مرعُوب ہو کر رہ جائیں گے مگر ہوا یوں کہ جب ان کے شعراء نے ان کا نسلی تفاخر، ذاتی جاہ و حشمت اور جاہلانہ شاعری کے انداز میں جھوٹی تعریف کے پُل باندھے اُن کے شعراء میں عطارد بن حاجب

اور زرقان بن بدر (جو بعد میں مسلمان ہُوئے) شامل تھے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم نے جواب دیئے! ور حضرت محمدؐ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اور کمالات نبوت، دین اسلام کی حقانیت، جہاد فی سبیل اللہ میں مسلمانوں کی فتوحات وغیرہ کا ذکر کیا تو بنو تمیم کے ایک سردار اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر کہا:

اے بنو تمیم! بے شک حضرت محمدؐ کے شاعر اور خطیب ہمارے شاعروں اور خطیبوں سے بہت بہتر ہیں یہ کہہ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

پاکیزہ شاعری کی اس تاثیر اور انہی مقاصد کو سامنے رکھتے ہُوئے صوفیا کرام، علماء دین، ائمہ مجتہدین اور مذہبی اکابر نے شعر کہے۔

اس سلسلہ رشد و ہدایت کی سنہری کڑی ہمارے ممدوح حضرت السید غلام معین الدین شاہ صاحب المعروف بڑے لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کی ذات گرامی ہے ہم جن کا منظوم کلام پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

حضرات صوفیاء کرام نے ہر دَور میں تھوڑے یا زیادہ منظوم کلام کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرمایا مگر ان کا مقصُود اور مطمح نظر فن شاعری نہیں رہا بلکہ عظیم تر دینی و روحانی مقاصد کے پیشِ نظر علمی افکار، باطنی مطالب و معانی کا ابلاغ و اظہار یا عشقِ الٰہی و حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کا فروغ اور اپنی قلبی آتشِ عشق کی ضروری تسکین شعر گوئی کا سبب بنی۔

یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں ان کے اشعار میں الفاظ کی بندش اور فن شاعری کے قواعد و ضوابط ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیّدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

"لسان الوقت کو قافیہ ردیف سے غرض نہیں لہٰذا مجنونانہ مضامین پر عقلاء کو مواخذہ کا استحقاق نہیں ہوسکتا۔"

لہٰذا ان کا کلام پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حقیقی مقصد یعنی معانی و مطالب پر نظر رکھیں، الفاظ کے گورکھ دھندے میں پھنس کر وقت ضائع نہ کریں۔

ہمارے ممدوح حضرت قبلہ بڑے لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام حمد باری تعالیٰ، نعت رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مناقب اولیاء اللہ اور غزلیات پر مشتمل ہے۔ بزرگان دین نے حمد باری تعالیٰ کو اپنا وظیرہ بنایا۔ وہ آیت قرآنی "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا مظہر قرار پائے اور "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" کی عملی تصویر بن کر اُبھرے۔

حمد باری تعالیٰ تو درحقیقت سیّد الکونین ختم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت مطہرہ ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے سب سے اوّل اپنے حبیب نبیؐ کا نور تخلیق فرمایا جو طویل مدتوں تک رب تعالیٰ کی حمد کرتا رہا جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کچھ بھی موجُود نہ

تھا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

عمرہا اندر رکوع ایستادہ بود — قرنہا اندر سجُود افتادہ بود

اس مناسبت سے حبیبِ مکرمؐ کا اسم گرامی "احمد" قرار پایا۔ صلحاء اُمت حمد باری تعالیٰ کے ذریعے شان احمدیت سے شرف یاب ہُوئے۔

اوصاف باری تعالیٰ میں سے اوّل وصف توحید ہے۔ توحید کا ایک ظاہری پہلو ہے تمام جن و انس اس کے پابند ہیں مگر توحید کا باطنی پہلو "وحدۃ الوجود" ہے۔ جس کے چشمہ فیضان سے خاصانِ حق سیراب ہوتے ہیں! ور جس کے منبع انوار سے صرف قرب خاص میں حضور ذاتی کا مقام پانے والے مردانِ خُدا کے قلوب منوّر ہوتے ہیں۔ حضرت لالہ جیؒ نے راہِ سلوک میں "وحدۃ الوجود" کی اعلیٰ منزل تک رسائی حاصل کی۔

فرماتے ہیں:

خُدا کی قسم ہے خُدا جلوہ گر ہے اسی کی حقیقت میں جلوہ گری ہے
یہ شمس و قمر اور یہ برق و شرر میں اسی نورِ مطلق کی سب روشنی ہے

اِسی حقیقت کو قرآن مجید نے واضح فرمایا:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض

ترجمہ: اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔

نعت رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ذات باری تعالیٰ کی سُنّت ہے۔ کہا گیا ہے:

ہمہ قرآن در شان محمدؐ — خدائے ما ثنا خوان محمدؐ

نعتیہ کلام میں نظر دوڑائیں تو نظر آتا ہے کہ کہیں شوق ملاقات "اَج سِک متراں دی ودھیری اے" کی شکل میں ظاہر ہے کہیں دیارِ حبیب کی حاضری کا ارمان "شالا وَت دی آون اوہ گھڑیاں" کی صُورت عیاں، کہیں جُدائی کا صدمہ، کہیں خیالوں میں کوئے حبیب کی سیریں اور محبُوبِ مکرمؐ سے نیاز کی باتیں، کہیں احساسِ ہجر و فراق سے آنکھوں کی اشکباری، ہر چیز مومن عاشق کے لئے سرمایۂ حیات اور وسیلۂ نجات ہے۔

مسلمان شعراء نے صنفِ شاعری میں تقسیم بندی کرتے ہوئے بعض عنوانات بطور اصطلاح بعض ہستیوں کے ساتھ مختص کئے ہیں مثلاً اللہ جل شانہٗ کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر ہو تو "حمد باری تعالیٰ" کا عنوان دیا جاتا ہے۔ حضرت رسُول کریمؐ کے اوصاف حسنہ کا بیان ہو تو "نعت رسُول مقبُولؐ" کہا جاتا ہے اور "منقبت" کا لفظ دیگر بزرگانِ دین کے کمالات و حسنات کے بیان کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔

اہلِ اسلام نے ہمیشہ صلحا و علما اور مردان راہِ خُدا کے گیت گائے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ عزّ و جل نے انبیاء کرام علیہم السلام اور دُوسرے نیک لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے! ور ان کے ذکر کو تازہ رکھنے اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ مثلاً ارشاد ربّانی ہے:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَاالْكِفْلِ (ص: ۴۸)

اس آیت کریمہ میں خدائے ذوالجلال نے تین شخصیات کو یاد کرنے اور ان کے ذکر کو زندہ رکھنے کا حکم فرما کر خود بھی اپنے ابدی ازلی کلام کے ذریعے ان کے ذکر کو دوام بخشا ہے۔ ان تینوں میں کم از کم ایک یعنی ذوالکفل نبی نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا انبیاء ہوں یا کوئی اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور ان کا ذکر حکمِ الٰہی کا تقاضا ہے جس کے ذریعے مؤثر طریقے سے معاشرے کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ یقینی بات ہے کہ اگر ہم اپنے معاشرے میں، اپنے بچوں میں اور اپنی نوجوان نسل میں گندے لوگوں کی باتیں پھیلائیں گے تو معاشرہ اور آئندہ نسلیں گندی سوچ اور پھر گندے عمل کی طرف گامزن ہوں گی اور اگر ہم اچھے لوگوں کے مقدس کردار اور ان کے پاکیزہ ذکر کو فروغ دیں گے تو پُرامن، محبت کرنے والے اور سچے قول و فعل کے حامل معاشرے کی تشکیل کرسکیں گے۔ اس مذہبی حکمت کے پیشِ نظر صالحینِ اُمت نے عظیم فرزندانِ اسلام اور بزرگانِ دین کے مناقب بیان کئے ہیں۔

غزل کنایہ ہے۔

الکنایۃ ابلغ من التصریح کے پیشِ نظر اہل اللہ نے کبھی کنایہ اختیار فرمایا ہے تو کلام غزلیات کے پیرائے میں ڈھل گیا ہے۔ سلف صالحین نے

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں　　　گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

پر عمل فرماتے ہُوئے ظاہر میں مجاز کو رکھا ہے اور در پردہ حقیقت کے جلوؤں میں گم رہے ہیں۔ ہمارے موصوف حضرت لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام اصناف کو اختیار فرمایا۔

آپ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہُوئے۔ آپ کا نام غلام معین الدّین رکھا گیا۔ آپ کے والد گرامی مُرشدنا حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا نام غلام محی الدّین تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس خانوادے کو حضرت محی الدّین غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت معین الدّین سُلطان الہند خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ حمیدہ و کمالاتِ برگزیدہ کا مرکز بنایا۔

حضرت بڑے لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید اور پھر ابتدائی فارسی کی تعلیم حضرت مولانا قاری غلام مُحمّد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ وہ آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کے مفتی اور خطیب تھے۔ حضرت چھوٹے لالہ جی نے بھی قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کی تعلیم حضرت مولانا پشاوریؒ سے حاصل کی اور ہر دو حضرات لالہ جی صاحبان نے درس نظامی کی عربی کتب کا آغاز کیا تو حضرت مولانا مُحمّد غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اُستاد ٹھہرے۔ قبلہ بڑے لالہ جیؒ نے شرح جامی، ہدایہ وغیرہ تک حضرت مولانا مُحمّد غازیؒ سے درس لیا۔ ۱۹۳۷ء میں حضرت اعلیٰ قبلہ سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا مُحمّد غازیؒ بھی رحلت فرما گئے تو ہر دو لالہ جی صاحبان کے لئے تکمیل تعلیم کا مسئلہ درپیش ہوا۔ متعلقہ احباب کی طرف سے کئی تجاویز پیش کی گئیں مگر حضرت قبلہ بابو جیؒ نے کمال حکمت و بصیرت سے فیصلہ فرمایا کہ دونوں بھائی ایک ساتھ

رہ کر جامعہ عباسیہ بہاولپور میں حضرت الشیخ الجامع مولانا غلام محمد گھوٹوی سے تکمیلِ تعلیم کے مراحل طے کریں۔

۱۹۳۸ء میں حضرت سیّدنا قبلہ بابو جیؒ حضرت گھوٹوی اور ہر دو لالہ جی صاحبان کو ساتھ لے کر اجمیر شریف گئے۔ واپسی پر دہلی آئے اور دہلی سے حضرت قبلہ بابو جیؒ نے اپنے ہر دو نورِ ہائے چشمان کو حضرت گھوٹوی اور خادم دربار شریف مُحمّد حیات (جرنیل) کے ساتھ بہاولپور کے لئے رخصت فرمایا۔

یہ حضرات دہلی سے براستہ بٹھنڈا لائن بہاولپور کے دُوسرے ریلوے اسٹیشن بغداد الجدید اُترے۔ چونکہ حضرت قبلہ بڑے لالہ جیؒ درس نظامی کی ابتدائی کتب پہلے ہی پڑھ چکے تھے۔ اس لئے بہاولپور میں تقریباً سات سالہ قیام کے دوران آپ نے تکمیل تعلیم کرتے ہُوئے "علاّمہ" کی اعلیٰ تعلیمی سند حاصل کی اور "مولوی فاضل" کا امتحان بھی پاس کیا۔ قبلہ چھوٹے لالہ جی نے سکندر نامہ اور صرف گھوٹوی سے لے کر سلم العلوم تک قیام بہاولپور کے عرصے میں تعلیم پائی اور بعد میں حضرت گھوٹویؒ نے دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف میں قیام پذیر ہو کر آپ کی تعلیم مکمل کرائی۔

۱۹۴۴ء میں ہر دو لالہ جی صاحبان بہاولپور سے فارغ ہوئے تو حضرت سیّدنا بابو جیؒ آپ دونوں کو اور حضرت گھوٹویؒ کو اپنے ساتھ سفر حج پر لے گئے۔ اور پھر حضرت بابو جیؒ ہمیشہ سفر و حضر میں دونوں جگر گوشوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

قیامِ بہاولپور کے دَوران حضرات لالہ جی صاحبان کو اعلیٰ تعلیم و تربیت کے جن مراحل سے گزارا گیا اور جس حُسن و کمال اور کامیابی کے ساتھ ہر دو حضرات نے وہ مراحل طے کئے اس کی چندے تفصیل کتاب "فرمودات مسافر چند روزہ" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت قبلہ بڑے لالہ جی فرمایا کرتے تھے کہ وہ تفسیر و حدیث و فقہ اور علم کلام کی بڑی بڑی بھاری کتابیں خود اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اپنی قیام گاہ سے درس گاہ تک جایا کرتے تھے جس کا فاصلہ کم و بیش دو کلومیٹر ہوا کرتا تھا۔ موسم سرما کی ٹھنڈی اور خشک ہوائیں ہوتیں یا موسم گرما کی تپتی لو، ہر حال میں پیدل چل کر اور اپنے کندھوں پر اپنی کتابیں اُٹھا کر جاتے تھے۔

بہاول پور کا علاقہ گرم خشک اور ریگستانی ہے۔ دن کو کڑکتی دُھوپ اور رات کو ہوا بند ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ صحن میں چارپائیاں ڈال کر ان پر کھجور کے پتوں والی چٹائی بچھاتے تھے پھر اس پر پانی ڈالا کرتے تھے۔ کہیں آدھی رات کو جا کر کچھ نیند آتی تھی۔

گولڑہ شریف آنا جانا ہوتا تھا تو ریل گاڑی کے تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کرتے تھے۔ حضرت قبلہ سیّدنا بابو جیؒ فرماتے تھے کہ آپ کو ریل گاڑی کے تھرڈ کلاس ڈبے میں اس لئے سفر نہیں کراتا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضور غوث پاکؒ کے صدقے میں بہت کچھ مرحمت فرمایا ہے لیکن تمہاری تربیت مقصود ہے۔ کیونکہ تعلیم و تربیت کے بنیادی اصُول میں سے یہ بھی ہے کہ :

چوں شمع از پئے علم باید گداخت　　　کہ بے علم نتواں خُدا را شناخت

ترجمہ : علم کے لئے شمع کی طرح پگھلنا چاہیئے کیونکہ علم کے بغیر خدائے ذوالجلال کی شناخت ممکن نہیں ہے۔

طلب کردن علم شد بر تو فرض   وگر واجب است از پئش قطع ارض

ترجمہ : علم کی تلاش کرنا تم پر فرض ہے اور اس کے لئے دُور دراز کا سفر اختیار کرنا واجب ہے۔

حضرت قبلہ لالہ جیؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمیں گولڑہ شریف آنا تھا مگر گاڑی میں کوئی جگہ نہ ملی تو ہم نے سارا سفر سامان والے ڈبے میں طے کیا۔

ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تربیّت دینے والے نے بھی انتہائی مشقت اُٹھائی، نہایت صبر سے کام لیا اور تربیت پانے والوں نے بھی کما حقہٗ اصول تربیت پہ کاربند ہو کر دکھلایا یعنی دُور دراز کا سفر اختیار کیا اور شمع کی طرح پگھل کر آسمان علم کی بلندیوں پہ دائمی نورانی ستارے بن کر چمکے۔

حضرت سیّدنا بابوجی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال سفرِ حج پہ تشریف لے جاتے تھے اور ہر دو لالہ جی صاحبان ہمیشہ آپ کے ہمراہ ہوتے۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں کا سفر ہوتا حضرت بابوجیؒ دونوں بیٹوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں حضرت بابوجیؒ نے حرمین شریفین، بغداد شریف، قونیہ شریف اور ملک شام کی زیارات کے لئے سفر فرمایا۔ حضرت بڑے لالہ جیؒ نے اس کی مکمل روئیداد قلمبند فرمائی جو کتاب "فرمودات مسافر چند روزہ" میں شائع کر دی گئی ہے۔ جب میں حضرت لالہ جیؒ کے حکم پر یہ کتاب تالیف کر رہا تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ وہ اس سفر کی روئیداد قلمبند کرنے سے اجتناب کرتے تھے مگر حضرت قبلہ بابوجیؒ نے تاکیدی حکم فرمایا تو انہوں نے اس کو تحریر کر ہی دیا۔ اچھا ہوا اس لئے کہ آج اس روئیداد کے ذریعے لاکھوں متوسلین ان مُبارک یادوں سے دل منوّر کر سکتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں سیّدنا و مرشدنا حضرت قبلہ بابوجیؒ نے وصال فرمایا۔ سفر و حضر میں ہر لمحہ ساتھ رکھنے والے بابوجیؒ اس سفرِ آخرت میں ہر دو لالہ جی صاحبان کو رنجیدہ و افسردہ چھوڑ گئے۔ اس لئے کہ یہ قانونِ قدرت ہے جس پہ ہمیشہ انبیاء و صلحاء کاربند رہے۔ اس کی اپنی حکمتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پسماندگان اس غم و الم کو برداشت کریں اور صبر کے اعلیٰ درجات پہ فائز ہو کر عنداللہ اجرِ عظیم کے مستحق ٹھہریں اور دُوسرا یہ کہ بعد کی نوجوان نسل کی دیکھ بھال اور تربیّت کریں تا کہ ان کا علمی و رُوحانی، ظاہری و باطنی سِلسلہ کرم جاری و ساری رہ سکے۔

حضرت سیّدنا بابوجیؒ کے وصال کے بعد دونوں لالہ جی صاحبان گویا حسنین کریمین کی طرح ایسے ساتھ ساتھ رہے کہ بڑے بڑے نقادوں کو بھی دوئی کا کوئی شائبہ نہ مل سکا۔ زندگی کی گاڑی اسی طرح چلتی رہی، وہی انداز وہی طریقہ وہی رنگ وہی خوشبُو وہی لطف وہی مزا جو سلف صالحین کے بارے میں بتلانے والوں نے بتلایا۔

قبلہ بڑے لالہ جیؒ طویل عرصے سے علیل تھے۔ اندرونِ مُلک اور بیرونِ مُلک زیرِ علاج رہے اہل اللہ کے لئے یہ دُنیا سراپا ابتلا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا جناب! آپ تو علمی

دینی شخصیّت ہیں۔ زندگی اطاعت اور عبادت میں گزارتے ہیں مگر ہمیشہ بیمار رہتے ہیں کسی نہ کسی دُکھ اور مرض میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔ مگر میں تو نماز بھی نہیں پڑھتا اور معصیت میں پڑا رہتا ہوں لیکن مجھے کبھی بیماری نہیں آئی۔ ہر طرح سے تنومند نظر آتا ہوں۔ اس بزرگ نے فرمایا بھائی! تجھے اللہ جل شانہٗ نے کبھی یاد نہیں فرمایا۔ وہ شخص وہاں سے نکلا تو ٹھوکر کھا کے گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اسی حالت میں اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا بھائی! اب تجھے اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا ہے۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ حق ہمیشہ ابتلا میں ہوتے ہیں اور یہی ابتلا ان کے درجات کی بلندی کا مؤثر ذریعہ ہوتی ہے۔

حضرت بڑے لالہ جیؒ ابتلا کے سخت ترین مراحل سے گزرے مگر نہ تو لب پر کوئی حرفِ شکایت آیا اور نہ ہی چہرے پر کبھی ملال کا تاثر نمودار ہوا۔ ہمیشہ یہی کہا "شکر ہے میں ٹھیک ہوں"۔ دیکھنے والا قطعاً محسوس نہ کر سکتا تھا کہ انہیں کوئی تکلیف ہے۔ کبھی سخت تکلیف ہوتی تو آپ کی زبان سے صرف "یا رب" کا کلمہ نکلتا تھا خدائے قدوس و برتر نے یہی فرمایا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (حم السجدہ : ۳۰، ۳۱)

ترجمہ : بے شک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم کو نہ تو خوف ہے نہ ملال ہے اور تمہیں اس جنّت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔ ہم تمہارے معاملات کو سنبھالنے والے ہیں دُنیا میں اور آخرت میں۔

میں تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں نا نجیریا گیا اور حضرت والا کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتا تو ازراہِ عنایت خود اپنے قلم سے جواب رقم فرماتے۔

میرے والدِ گرامی علامہ حافظ محمد عبدالحئی چشتیؒ وفات پا گئے تو سب سے پہلے حضرت قبلہ بڑے لالہ جیؒ کا تعزیت نامہ مجھے ملا۔ یعنی ادنیٰ نسبت رکھنے والے مجھ جیسے خادم سے بھی اس قدر کریمانہ سلوک روا رکھتے کہ دل ممنونیت کے احساسات سے گریزاں نہیں ہو سکتا۔

سلف صالحین کی درخشندہ روایات کے مطابق آپ نے زندگی کی آخری سانس تک تمام متعلقین کا پُورا پُورا خیال رکھا بلکہ پُورے مُلک و ملت کی بھلائی کے لئے فکرمند رہے اور حتی المقدور عملی اقدامات کرتے رہے۔ ظاہری حیات کے آخری ایام میں ہسپتال میں زیرِ علاج تھے اور ہسپتال ہی سے بذریعہ ٹیلیفون مجھے حکم فرمایا کہ آپ وزیرِ اعظم محمد نواز شریف خط لکھنا چاہتے ہیں اس کا مسودہ تیار کر دو۔ میں نے حسب فرمان دینی ہدایات اور اسلامی تعلیمات کے مطابق خط کا مسودہ تیار کیا جس میں اسلامی طرزِ حکمرانی اور عدل و انصاف کے سنہرے اصول بیان کئے گئے۔

آپ نے اس خط پہ اپنے ہاتھ سے دستخط ثبت فرمائے اور یہ آپ کی زندگی کے آخری دستخط تھے۔ وہ خط

جناب وزیراعظم کو بھیج دیا گیا۔ آپ کے مشرب میں مطلقاً عداوت کی گنجائش نہیں تھی۔ ظاہری عداوت کی صُورت میں نظر آنے والی بات بھی حقیقتاً محبت اور خیرخواہی پر مبنی ہوتی تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک ڈاکٹر مریض کو کڑوی دوائی دیتا ہے یا ایک سرجن آپریشن کرتے ہوئے ایک خوُں ریز قسم کا انسان نظر آتا ہے مگر درپردہ مریض کی بھلائی اور صحت اصل مقصُود ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کا مالک ہے۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جُرأت نہیں۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے۔ اس کی تقدیر کے مطابق مورخہ ۲ ذیلقعد ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۹۷ء بوقت عصر آپ نے اپنی جان مالکِ حقیقی کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ اس کتاب اسرار المشتاق کا دُوسرا ایڈیشن ہے۔ حضرت قبلہ لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم کلام کا کچھ حصہ شامل ہونے سے رہ گیا تھا جو اس ایڈیشن میں شامل کر دیا گیا ہے۔

فقط

غلام عبدالحق محمد
(جی اے حق)
ادنیٰ خادم دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف
ریسرچ اسکالر ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یُونیورسٹی، اسلام آباد

پہلا ایڈیشن : ۱۹ ستمبر ۱۹۹۷ء
دُوسرا ایڈیشن : جنوری ۱۹۹۹ء

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

حمد باری تعالیٰ

لا موجود الا اللہ

خُدا کی قسم ہے خُدا جلوہ گر ہے اسی کی حقیقت میں جلوہ گری ہے
یہ شمس و قمر اور یہ برق و شرر میں اسی نورِ مطلق کی سب روشنی ہے

نِکل کر وہ پردے سے باہر جو آیا تعین کی چادر میں خود کو چھپایا
کچھ اس شان سے اپنا جلوہ دکھایا سمجھ جس کی اب تک نہیں آرہی ہے

یہ دُنیا یہ عقبیٰ یہ فردوسِ اعلیٰ یہ تحت الثریٰ اور یہ عرشِ معلّیٰ
بچشم بصیرت ، ہر اک چیز کی تم حقیقت کو دیکھو تو سب کچھ وہی ہے

اگرچہ دو عالم نہیں غیر اس کا وہ خود ہی ہوا ہر جگہ جلوہ فرما
مگر باوجود اس کے کہنا یہی ہے وہ جنّ و بشر اور نہ حور و پری ہے

حقیقت میں ہے ایک ہی ذات موجود کہیں شکل عابد کہیں شکل معبود
جو پردا اٹھا پھر ہوا صاف مشہود وہی ذات مطلق مقید بنی ہے

تنزّل کیا ذاتِ مطلق نے جس دم تو ہر شکل میں ہو گئی ہے مجسّم
یہ دِلکش ادائیں یہ رنگیں نظارے اسی کارہ گر کی یہ کارہ گری ہے

اس ہستی موہوم کو جب مٹایا نظر پھر کہیں غیر ہرگز نہ آیا
ہر اِک رنگ میں اس کے جلوے کو پایا وہی ایک ہے جس کی جلوہ گری ہے

نمود اپنا جب کنز مخفی نے چاہا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کہہ سُنایا
تو وحدت نے کثرت میں جلوہ دکھایا مگر ذات مخفی کی مخفی رہی ہے

ہُوئی ذات جلوؤں کی مُشتاق جس دم تو بحرِ ھویت میں آیا تلاطم
بنی گرچہ خود ہی وجُود دو عالم حقیقت مگر پھر حقیقت رہی ہے

نِکلتی ہے دِل سے صَدا اللہ اللہ مزا دے رہی ہے یہ کیا اللہ اللہ
حرم میں کلیسا میں مندر میں ہر سو ہر اک چیز کہتی ہے یا اللہ اللہ
جھلک دے رہی ہے ہر اک شے میں کیسی تیری پیاری پیاری ادا اللہ اللہ
خُدا کی خدائی میں بے ڈر ہے کِتنا مُحمّد کے دَر کا گدا اللہ اللہ
کُھلا راز منصُور پر جب تو بولا انا الحق انا الحق انا اللہ اللہ
مزا زندگانی کا جب آئے مجُھ کو زباں پر ہو صُبح و مسا اللہ اللہ
حقیقت میں دیکھو نہیں غیر کوئی یہ کیا پھیر ہے آنکھ کا اللہ اللہ
مجھے یاد آتا ہے مُشتاق ہر دم
دیارِ حبیبِ خُدا اللہ اللہ

ہے کون اس کے سوا لا الٰہ الا اللہ بتائے کوئی ذرا لا الٰہ الا اللہ
رہ فنا و بقا لا الٰہ الا اللہ مقام غوث وراء لا الٰہ الا اللہ
پڑھا جو دل سے ذرا لا الٰہ الا اللہ اُٹھے حجاب رہا لا الٰہ الا اللہ
شراب اہلِ صفا لا الٰہ الا اللہ نشاط ہر دوسرا لا الٰہ الا اللہ
نہ وہ کباب میں لذّت نہ وہ شراب میں کیف جو دے گیا ہے مزا لا الٰہ الا اللہ
نظر پڑے تری جس چیز پر سمجھ غافل وہی ہے جلوہ نما لا الٰہ الا اللہ
رموز معنی لا اور کچھ نہیں یعنی خُدا سے کیا ہے جُدا لا الٰہ الا اللہ
فروغ بادہ توحید ہے جو اللہ تو جام ہوش رُبا لا الٰہ الا اللہ
کلی کلی تیرا انداز مسکرانے کا نسیم تیری ادا لا الٰہ الا اللہ
یہ کِس کی شکل تصوّر میں آگئی مُشتاق
کہ دِل پکار اُٹھا لا الہ الا اللہ

مَیں نہیں ہُوں

دل بے مُدعا ہے میں نہیں ہُوں
کوئی دم کی ہوا ہے میں نہیں ہُوں

گلستاں ہے گھٹا ہے میں نہیں ہُوں
نسیم جانفزا ہے میں نہیں ہُوں

وہ خودبیں خود نما ہے میں نہیں ہُوں
مقابل آئینہ ہے میں نہیں ہُوں

حقیقت میں خُدا ہے میں نہیں ہُوں
یہ برحق ہے بجا ہے میں نہیں ہُوں

اُٹھے ہیں جب ذرا غفلت کے پردے
تو یہ عقدہ کھلا ہے میں نہیں ہُوں

اگر کچھ بھی نہیں میری حقیقت
تو یہ کِس کی صَدا ہے میں نہیں ہُوں

نہ سمجھوں کچھ تو سب کچھ مَیں ہی مَیں ہُوں
اگر سمجھوں خُدا ہے میں نہیں ہوں

جہاں ڈالی نظر نِکلا تُو ہی تُو
پتہ اس سے چلا ہے میں نہیں ہُوں

وہ میرا راز ہے میں راز اس کا
سمجھ لو بات کیا ہے میں نہیں ہُوں

کبھی ساجد کبھی مسجُود ہوں میں
پھر اس پہ یہ مزا ہے میں نہیں ہُوں

بجُز وہم و گماں کچھ بھی نہیں اور
حقیقت میری کیا ہے میں نہیں ہُوں

سماتے ہیں نگاہوں میں وہ جلوے
تو کہنا ہی پڑا ہے میں نہیں ہُوں

بُرا ہونا بھلا ہونا میرا کیا
خُدا خود جانتا ہے میں نہیں ہُوں

بنا کر خود ہی اِک مٹی کی مُورت
وہ خود ہی آ بسا ہے میں نہیں ہُوں

وہی نقشہ وہی شوخی وہی چال
سراپا دلربا ہے میں نہیں ہُوں

کوئی مانے نہ مانے اس کی مرضی
یہ میرا فیصلہ ہے میں نہیں ہُوں

چمن چھوٹا تو کیسی قید ہستی
قفس خالی پڑا ہے میں نہیں ہُوں

ترا بند قبا چھُونے کے قابل
فقط بادِ صبا ہے میں نہیں ہُوں

بقید عبدیت مُشتاق میں ہُوں
باطلاً قاً خُدا ہے میں نہیں ہُوں

دل مشتاق میرا کیا بھروسا
ترا حافظ خُدا ہے میں نہیں ہُوں

گئے ہم زمانے میں کِس جا نہیں
مگر کوئی عالم میں تجھ سا نہیں

کِسی کی یہ صُورت یہ نقشا نہیں
کسی کو یہ انداز پیدا نہیں

کوئی مہ جبیں تیرا ہمتا نہیں
ترا سا سراپا کسی کا نہیں

کِسی کو مگر عِلم تیرا نہیں
کما حقہٗ تجھ کو سمجھا نہیں

ہمارا تو یہ دین و ایمان ہے
ترا چہرۂ پاک قُرآن ہے

بیاں کیا کریں کیا تری شان ہے
تری وجہ سے بزمِ امکان ہے

کِسی جا پہ تُو ہے سراپا نیاز
کِسی جا پہ انداز و شوخی و ناز

کہیں شکل سُنبل ہے زُلف دراز
کہیں عشق محمُود و حُسنِ ایاز

کہیں تُو حقیقت کہیں تُو مجاز
کہیں لفظ کُن اور کہیں اس کا راز

یہ مانا کہ تو ہے تو فِتنہ طراز
مگر دل کو ہے تری اُلفت پہ ناز

تو ہی کُفر میں اور اسلام میں
تو ہی صبح میں ہے تو ہی شام میں

تو ہی بادہ میں ہے تو ہی جام میں
تو ہی ساقی نازک اندام میں

کہیں لعل میں ہے کہیں سنگ میں
کہیں صلح میں ہے کہیں جنگ میں

کہیں نام میں ہے کہیں ننگ میں
غرض تو ہے بیرنگ ہر رنگ میں

تو ہی مئے میں ہے تو ہی مینا میں ہے
تو ہی قِصہ طُورِ سینا میں ہے

کبھی ضو فگن حسنِ زیبا میں ہے
کبھی عاشقوں کی تمنّا میں ہے

تو ہی تیر میں تو ہی تلوار میں
تو ہی جنگ میں ہے تو ہی پیار میں

تو ہی پھُول میں ہے تو ہی خار میں
تو ہی آگ میں تو ہی گلزار میں

فروزاں تجھی سے ہیں شمس و قمر
ترے ہی کرشمے ہیں برق و شرر

ہر اِک چیز میں گو ہے تو جلوہ گر
مگر پھر تجھے ڈھونڈتی ہے نظر

ترا نام یزدان و رام و رحیم
ترا اک اشارہ الف لام میم

ترے ہی تکلم کا پرتو کلیم
ترے ہی تبسم کی مظہر نسیم

وہ لُٹنے لُٹانے کی جو بات ہے
ستم گر وہ تیری ملاقات ہے

ملاقات کیسی تری ذات ہے
مجھے یاد اب جس کی دن رات ہے

ترے آئینہ دار ہجر و وصال
ترے کار پرداز شوق و خیال

کرے تجھ سے انکار کس کی مجال
ہر اِک چیز ہے ذات پر تیری دال

پڑی ہے تری دھوم آفاق میں
مگر تُو نہاں قلب مُشتاق میں

مرے مولا مری بگڑی بنا دے
رسول اللہؐ کا روضہ دکھا دے

رسول اللہؐ کی آنکھوں کا صدقہ
مجھے توحید کا ساغر پلا دے

خدا وندا مری یہ آرزو ہے
مری تربت مدینے میں بنا دے

مرے ساقی میں ہوں قربان تجھ پہ
خیالاتِ دوئی دل سے مٹا دے

نہیں اس کے سوا کوئی تمنا
نبیؐ کے عشق میں مجھ کو مٹا دے

ترے نزدیک مشکل کیا ہے مولا
مری کشتی جو ساحل سے لگا دے

کہاں جائے ترا بیمار مشتاق
اسے اپنے ہی ہاتھوں سے دوا دے

اوّل و آخر نہان و آشکار
اوست واحد گرچہ بینی صد ہزار

در نظر گرچہ ہزاراں صورت است
لیک در کثرت نشانِ وحدت است

حسنِ مطلق در طلسم خلق بیں
می نگر مطلق مقید را ہمیں

حسن مطلق بے مثال و بے نظیر
در ہمہ اشکال ہست او دلپذیر

جذبۂ صادق اگر در دل بود
مقصد تو بالیقیں حاصل شود

لحم و شحم و پوست کے دل را برد
ہست پنہاں یک کشش او دل کشد

گرچہ ظاہر درمیان ماست حد
یاد او کے از درون دل رود

یاد کردن شیوۂ خستہ دلاں
چوں نباشد یاد او دل مردہ داں

رنج و غم باشد غذائے عاشقاں
عاشقاں در رنج و غمہا شاداں

اضطراب دل عجب کارے کند
سنگدل را غمگسارے میکند

درد دل دارم ولیکن بے اثر
اشکہا دارم ندارم چشم تر

من غریبم عاجزم من بیکسم
یا الٰہی رحم کن بر من کرم

تو سراپا رحمتی ابر کرم
سربسر من عاصیم من مجرمم

گر رسم بر در گہ والائے او
سجدہ یسازم بنقش پائے او

او کند بر حال زارم یک نظر
ایں دل مشتاق کے دارد اثر

ہر کسے را آب و دانہ می کشد
چوں نباشد آب و دانہ کے رود

آب و دانہ کے کشد بل دل کشد
چوں کشد دل خود سبب پیدا شود

چوں بغور و خوض بینی کائنات
ہست جلوہ گاہ اسماء و صفات

جلوہ یار است ہر سو آشکار
مرغ دل را میکند ہر دم شکار

گر شوی واقف ز اسرار صمد
در جہاں بینی فقط ذات احد

کوئے دلبر میکشد دل را بسے
کاشش باما آشنا بودے کسے

شوق ناید در حساب و در کتاب
سوئے دلبر می برد او باشتاب

دل چوں سلطاں دو جہاں را جسم داں
جسم محکوم ست و حاکم جانِ جاں

صفدر و سلطان ما را می نگر
ہست یک نورِ منزّہ جلوہ گر

در لباس صفدری شد جلوہ گر
لیک بہر دیدنش باید نظر

صورتِ زیبا ز انعام خدا ست
جان و دل بر صورت زیبا فداست

حسن رویش ہست چوں ماہ تمام
رحمتِ حق باد بر حسنش مدام

غمزہ و ناز و ادا و دلبری
خوش نماید در لباس صفدری

شیوہ حسن ست ایں ناز و ادا
از پئے دل بردن بے دست و پا

شد ہویدا در لباس صفدری
آں نگار من بہ شانِ دلبری

کل یوم شانہ، را می نگر
ہر زماں آید بہ انداز دگر

دلفریب و دلفراز و غمزہا
از شیون اوست جملہ شانہا

جلوہ یار است در روئے بتاں
خواہ سلطاں باشد او خواہ صفدر آں

مادّ تو جملہ جہاں از یک وجود
در صور او کرد خود نشو و نمود

غیر حق چوں نیست در ارض و سما
چیست پنہاں اندر ایں آئینہ ہا

ذات حق چوں قابل حمد و ثنا ست
پس محمدؐ گفتن او را ہم روا ست

یاد کن او را بصد عجز و نیاز
تا شوی از یاد او تو سرفراز

نیست جز ذاتش کسے در شش جہات
مظہر او ہست جملہ کائنات

ناظر او باش در جملہ صور
در حقیقت او ست ظاہر سربسر

ہستی موہوم را معدوم ساز
فاش گردد آنچہ در وی ہست راز

جملہ موجودات عکس یک وجود
بود مطلق شد مقید در شہود

چوں تنزل کرد آں ذات قدیم
گشت او در صُورت انساں کلیم

در تنزل آمده آں یک وجود
بود واجب گشت ممکن با قیود

سر وحدت را نداند ہر کسے
گرچہ بینی در جہاں عاقل بسے

داند او را آنکہ قلبش پاک گشت
وز محبت سینہ اش صد چاک گشت

تا توانی محرم ایں راز شو
کن تجسس کو بہ کو ہر جا برد

محرم ایں راز بس آنگہ شوی
چوں خیال غیر از دل برکنی

در تقید ما و تو گفتن رواست
لیک در اطلاق ایں گفتن خطاست

چشم دل وا کن بیں در شش جہات
خود وجودش شد وجود کائنات

منطقی و فلسفی در حیرت اند
آنچہ گوید عقل بروے کاربند

اوست خود اندر زمین و آسماں
روشن است از وے مکان و لامکاں

باش دائم در خیال یک وجود
کُن بس او را در ہمہ اشیاء شہود

در تکثّر گشت وحدت جلوه گر
اوست الآنَ کما کانَ مگر

مرده داں او را کہ او را ذوق نیست
وز محبت در دل او شوق نیست

کُن تصوّر دم بدم من نیستم
نیستم من نیستم من نیستم

در حصول مدعیٰ دیوانہ باش
وز ره و رسم جہاں بیگانہ باش

ہر چہ بینی در جہاں ایں عکس اوست
شو شناسا با جمال روئے دوست

نیست کثرت را بجز وحدت نشاں
اندریں کثرت بہ بیں وحدت نہاں

فکر کن در بود خود اے بے خبر
چیست اندر بود تو شد مستتر

ایں وجُود من وجُود من کجا است
بل وجود من ز انعام خدا ست

تو مداں او را کہ او ہست از تو دور
نحن اقرب گفت در وے کن شعور

بشنو از من اے برادر یک خبر
باش مُشتاقش کہ یابی زُود تر

صُورتِ انسان میں

جِس کی ہے جلوہ نمائی عالمِ امکان میں !
حق نے دکھلائی وہ صُورت صُورتِ انسان میں

اِتنا بتلائیں کہ محبُوبِ خُدا تھے یا خُدا
آنا جانا عرش پر جن کا ہوا اِک آن میں

رُوپ بدلے اس نے لاکھوں پھر بھی وہ تنہا رہا
ہو بہو پایا ہے اس کو اس کی اپنی شان میں

حُسنِ مطلق ہو رہا ہے ذرّہ ذرّہ سے عیاں
دیکھ لے اے چشمِ حق بیں صُورتِ اعیان میں

اِس جہاں میں اُس جہاں میں دُوسرا کوئی نہیں
ہے وہی ہر شکل میں ہر رنگ و جسم و جان میں

اوّل و آخر وہی ہے ظاہر و باطن وہی
خوب کھیلا کھیل اُس نے پردۂ امکان میں

جب نظر تیری پڑے اس عالمِ تکوین پر
دیکھیے پھر اس کے پرتو ہر گھڑی اک آن میں

عالمِ تکوین دونوں اُس کے جلوؤں کا ہے نام
کچھ نہیں اس کے سوا اس نقشۂ امکان میں

خود ہی محبُوبِ خدا بن کر ہوا جب جلوه گر
ہو گیا نقشہ دگر گوں گلشنِ ویران میں

لفظ کُن کِس نے کہا کس سے کہا، وہ کون تھا
کِس کی آمد سے ہوئیں آبادیاں ایوان میں

دیکھنے والوں نے دیکھا ہے اُسے ہر رنگ میں
لاکھ پردوں میں چھُپے وہ پھر بھی ہے پہچان میں

درجۂ اطلاق میں صوُرت نہ تھی بے کیف تھا
صُورتیں آکر دکھائیں درجۂ اِمکان میں

دیکھ کر بے رنگ کی بے رنگیاں حیرت میں ہُوں
اُس کی ہر اک شان کو دیکھا انوکھی شان میں

ایک ہی تھا ایک ہی ہے اور رہے گا ایک ہی
آ رہی ہیں ہر طرف سے یہ صدائیں کان میں

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف کہا
پھر محبت نے دکھایا رنگ اپنی شان میں

رنگ ہی کچھ اور ہے مُشتاق اس کا دیکھیے
جِس نے رکھا ہے قدم وحدت کے اس میدان میں

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

ابتدا اِنتہا ہی نہیں

ذاتِ مطلق کی اِنتہا ہی نہیں
انتہا کیا ہو ابتدا ہی نہیں

کیا کہوں کوئی ہمنوا ہی نہیں
راز داں اپنا آشنا ہی نہیں

اپنی ہستی بھی اِک مُعمّہ ہے
جس کا حل آج تک ہوا ہی نہیں

میری کیا بود ہے میں خود کیا ہوں
غور اس پر کبھی کیا ہی نہیں

وہ تو ہر اِک رنگ میں نمایاں ہے
جستجو کی! مگر مِلا ہی نہیں

کون مخفی ہے ہر دو عالم میں
ابتدا جس کی انتہا ہی نہیں

خود کا مٹنا ہی اس کا ہونا ہے
مِٹ گئی "میں" تو میں رہا ہی نہیں

اُس کی رحمت نے مجھ کو یوں ڈھانپا
جیسے میری کوئی خطا ہی نہیں

اُس کی ہر آن اِک تجلّی ہے
سِلسلہ منقطع ہُوا ہی نہیں

منقطع گر یہ سِلسلہ ہو جائے
پھر کسی چیز کو بقا ہی نہیں

وہم ہستی نکال دے دل سے
فاصلہ دیکھو پھر رہا ہی نہیں

دونوں عالم اُسی کے مظہر ہیں
حیف ہے کوئی جانتا ہی نہیں

وہ بھلا کیسے اُس کو پہچانے
اپنی صُورت جو دیکھتا ہی نہیں

اُس کے ہونے میں شک نہیں ہے ذرا
اپنے ہونے کا کچھ پتہ ہی نہیں

اُس کا مُجرم بنا ہوا ہوں میں!
جس کی رحمت کی اِنتہا ہی نہیں

وہ تو بے مثل ہے زمانے میں
اُس سا کوئی کہیں ہوا ہی نہیں

اُس کے دم سے ہی ساری رونق تھی
وہ گیا کیا! کہ کچھ رہا ہی نہیں

آج مُشتاق ہم نے دیکھ لیا
صاف ظاہر ہے وہ چھپا ہی نہیں

محبّت میں نفرت

ہر اِک رنگ میں ہے رنگیلے کی رنگت
ہے پوشیدہ جیسے محبت میں نفرت

یہ امکاں کا پردا ذرا سا ہٹا دو
نظر آئے گی پھر تجھے اِک حقیقت

وجُوب اور امکاں کے پردوں میں چُھپ کر
دکھائی ہے کس شان سے اپنی قدرت

فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ سے سمجھ لو
وجُودِ دو عالم کا منشا محبت

اگرچہ بہت رُوپ بدلے ہیں پھر بھی
اُسی شان سے جلوہ گر ہے ہوئیت

اگر وہ نہیں ہے تو پھر کون ہے یہ
کہاں سے ہے آیا یہ نقشہ یہ صُورت

کشش اپنی ہر رنگ میں اُس نے رکھ کر
کیا ہے ہر اِک کو گرفتارِ رنگت

بھلا کون اُس کی حقیقت کو سمجھے
جو بے کیف ہے اور نہیں جس کی صُورت

اگر ذاتِ مطلق تنزّل نہ کرتی
تو پھر آپ فرمائیں کیا ہوتی صُورت

یہ کارہ گری کس ہے بہروپیا کی
خُدا کی خُدائی ہوئی محوِ حیرت

اگر کوئی چشمِ بصیرت سے دیکھے!
اسی رنگِ کثرت میں پنہاں ہے وحدت

ہوا لفظ کُن سے وجود دو عالم
مِلی ہے عدم کو یہ ہستی کی نعمت

عدم کا یہ پردہ عدم سے جو اُٹھا
بڑی شان سے آئی پھر شان قدرت

نہ میں ہوں نہ تو ہے نہ وہ ہے نہ کوئی
یہی بات حق ہے یہی ہے حقیقت

کروں کس سے اُلفت کروں کس سے نفرت
نمایاں ہے ہر اِک میں جب ایک صُورت

فنا ہو گا ایک دن یہ سب کارخانہ
رہے گی ہمیشہ اُسی کی حکومت

اُسی کے تصوّر میں دن رات رہنا
یہی عبدہٗ کی ہے شانِ عبادت

اُدھر لَن ترانی اِدھر اُدنُ مِنّی
وہاں خَرَّ مُوسیٰ یہاں شورِ قربت

محبّت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا!
نہ ارض و سماء اور نہ دوزخ نہ جنت

جو وہم و گماں سے وراءُ الورا ہے
کوئی جانے کیا اس کی کُنہ و حقیقت

محبّت کے پردوں میں ہے کون مخفی
حقیقت کی سمجھے یہ رازِ حقیقت

کہا نَحۡنُ اَقۡرَب نہ دیکھا نہ سمجھا
یہ ہے قرب کیسا ہے کیسی معیّت

نہ سمجھا تھا پہلے نہ سمجھا ہوں اب میں
میں ہوں کون اور کیا ہے میری حقیقت

اِس ہستی کے وہم و گماں سے نِکل کر
ذرا دل کی آنکھوں سے دیکھ اپنی صُورت

وہی ہے وہی ہے نہیں اور کوئی
اُسی کا ہے پرتو اُسی کی ہے صُورت

دُکھانا نہ ہرگز کبھی دل کِسی کا
ذرا یاد رکھنا یہ میری نصیحت

یہی بات مشتاقؔ تم صاف کہہ دو
وہ بے کیف صُورت ہوئی سب کی صُورت

نہیں ہم نوا کوئی مُشتاقؔ اپنا
سُناؤں کِسے داستانِ محبّت

گئے عرش پر بڑی شان میں بلغ العلیٰ بکمالہٖ
ہوئی روشنی دو جہان میں کشف الدجیٰ بجمالہٖ
یہ بیاں ہے سارے قرآن میں حسنت جمیع خصالہٖ
پڑھو ہر گھڑی ہر آن میں صلّوا علیہ وآلہٖ

(دستخط حضرت قبلہ بڑے لالہ جیؒ)

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

سلام

السّلام اے فخرِ انساں السّلام — نازشِ نازِ رسولاں السّلام
اے سراپا شرحِ قرآں السّلام — السّلام اے عینِ ایمان السّلام
یاد تو بس راحتِ جان السّلام — دردِ تو خود عین درمان السّلام
السّلام اے چارۂ بے چارگاں — اے سکونِ دردمنداں السّلام
ذکرِ تو بس مونسِ دِغم خوارِ ما — حُبِ تو بُنیادِ ایماں السّلام
اے کہ دَردِ لا دَوا را تو دَوا — چارہ سازِ ماغریباں السّلام
رحمتِ عالم شفیعِ عاصیاں — دستِ اُمّت رانگہباں السّلام
جلوہ فرما در شبِ رویاءٔ ما — اے دَوائے دردِ ہجراں السّلام
خواب را تو خوابِ شیریں کردۂ — اے جمالِ رُوئے تاباں السّلام
اے مکینِ گنبدِ خضرا مدد — بشنو از من آہ و افغاں السّلام
السّلام اے سرورِ کون و مکاں — السّلام اے رحمتِ ہر دو جہاں
عاصیاں وابستۂ دامانِ تو — اے پناہِ ما غریباں السّلام
کن نظر یا رحمۃ للعالمین — صدقۂ شاہ شہیداں السّلام
حالِ زارِ اُمتِ عاصی بہ بیں — اے سراپا لطف و احسان السّلام
اے زہے قسمت کہ تو بر ما حریص — جانِ عارف در تو قُربان السّلام
السّلام اے رحمۃ للعالمیں — السّلام اے نُورِ ربُّ العالمین
السّلام اے آفتابِ لم یزل — السّلام اے ماہتابِ بے بدل
السّلام اے افتخارِ دو جہاں — السّلام اے عزّتِ کون و مکان
السّلام اے زینتِ عرشِ بریں — السّلام اے رونقِ فرشِ زمین
السّلام اے مظہرِ انوارِ حق — السّلام اے مظہرِ اسرارِ حق
لُطف نے ترے بلایا ہے یہاں — ورنہ اپنی ایسی تھی قِسمت کہاں
کیا ہی خوش ایّام یہ ایّام ہیں — آپ کے دَر پر جو صبح و شام ہیں
باادب ہو کر ترے دربار میں — عرض کرتے ہیں تری سرکار میں
الصلوٰۃ والسّلام کی صَدا — اور کبھی صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
پھر ترے صدیق اکبر پر سلام — حضرتِ فاروق پر پھر صد سلام
السّلام اے یارِ غارِ مصطفٰے — السّلام اے رازدارِ مصطفٰے

السلام اے مرکزِ پرکارِ عشق   السلام اے قافلہ سالارِ عشق
السلام اے عمر بر گردوں رکاب   السلام اے افضلِ ابنِ خطاب
السلام اے شوکتِ اسلام و دیں   السلام اے سطوتِ شرعِ مبین
السلام اے سیّدہ زہرا بتول   السلام اے قرۃِ عینِ رسول
السلام اے فرحِ قلبِ نورِ عین   السلام اے مادرِ حسن و حسین
یا محمّد آسرا ہے آپ کا   اور کوئی بھی نہیں تیرے سوا
چومنا قدموں کا تیرے اے حبیب   پھر بھی ہو جائے غریبوں کو نصیب
اپنے در پر پھر ہمیں بلوائیے   سبز گنبد پھر ہمیں دکھلائیے
آنا جانا ہو تیرے دربار میں   عرض ہم کرتے رہیں سرکار میں
پھر دکھانا روئے زیبا یا نبیؐ   پھر میرے اعمال دُھل جائیں سبھی
ہے ترا فرمان الطالحُ لی !   عاصیوں کا آسرا ہے بس یہی
رحم کر رحم اے کریم بے کساں   آپ ہی ہیں پردہ پوش عاصیاں
گو بُرے ہیں یا بھلے جیسے ہیں ہم   سگ ترے ہی در کے کہلاتے ہیں ہم
پیشِ حق با نازِ محبوبی بگو !   نامۂ عصیانِ ایں عاصی بگو
کس زباں سے الوداع کا نام لوں   الوداع کے بعد پھر صدمے سہوں
الفراقُ الفراقُ الفراق   الفراقُ الفراقُ الفراق
الوداع آرام گاہِ مصطفےٰ   الوداع اے بارگاہِ مصطفےٰ
الوداع اے حاکمِ روحِ امیں   الوداع اے سبز گنبد کے مکیں
الوداع رشکِ زمرد الوداع   الوداع اے سبز گنبد الوداع
نور سے معمور جالی الوداع   شان ہے تیری نرالی الوداع
الوداع صدیق اکبر الوداع   الوداع فاروق اعظم الوداع
الوداع اے قصرِ احمد الوداع   الوداع محراب و منبر الوداع
الوداع اے بابِ رحمت الوداع   الوداع اے راہِ جنت الوداع
الوداع خدامِ احمد مجتبےٰ   الوداع بوّابِ احمد مجتبےٰ
استنِ حنانہ وجبلِ اُحد   عاشقانِ خاکِ محبوبِ احد
الوداع اے پاک طیبہ الوداع   رحمتِ عالم کے خطبہ الوداع
اب عنایت سے اجازت دیجیے   اور دعا حق میں ہمارے کیجیے
پھر کرم کی مجھ پہ ہو جائے نگاہ   پھر ترا مشتاق ہو اور تیری راہ

بشر شانِ ربّ العلیٰ بن کے آیا   وہ کیا تھا وہ کیا ہے وہ کیا بن کے آیا
بشر کہنے والوں کو دھوکہ ہوا ہے   مجسّم وہ نورِ خدا بن کے آیا
کیا رنگ ہستی کو بے رنگ جس نے   وہی اِک حقیقت نما بن کے آیا
ہر اک رنگ میں اپنی رنگت دکھا کر   زمانے میں بہروپیا بن کے آیا
بڑے غور سے دیکھنے والوں نے دیکھا   ہر اک رنگ میں حق نما بن کے آیا
وہ میری تری دستگیری کی خاطر   میرا غوث غوث الوریٰ بن کے آیا
اسی در سے ملتی ہے خیرات سب کو   جو ہم سب کا حاجت روا بن کے آیا
یہ مشتاق سارا انہیں کا کرم ہے
جو رحمت کی کالی گھٹا بن کے آیا

میرا دل اور میری جان مدینے والے   تیرے صدقے تیرے قربان مدینے والے
تیرے دربار کی وہ شان مدینے والے   ہیں ملائک تیرے دربان مدینے والے
مدح خواں ہے تیرا رحمان مدینے والے   تجھ پہ نازل ہوا قرآن مدینے والے
تیرے در کے جو ہیں دربان مدینے والے   وہ حقیقت میں ہیں سلطان مدینے والے
تیرے دربار سے ملتی ہے ہر اک دکھ کی دوا   تُو ہے ہر درد کا درمان مدینے والے
ہے وہ محفوظ دو عالم میں ہر اک آفت سے   تُو ہوا جس کا نگہبان مدینے والے
تیرے چہرے کی چمک دیکھ کے معراج کی شب   انبیاء ہو گئے حیران مدینے والے
صبح تک شام سے اور صبح سے لے کر تا شام   صدقے جاؤں تیرے ہر آن مدینے والے
عمر ساری میری گزری ہے گنہگاری میں   مری بخشش کا ہو سامان مدینے والے
قابلِ عفو بھی ہے قابلِ بخشش بھی ہے   تیرا مشتاق پریشان مدینے والے
آرزو ہے یہی مشتاق کی بس حشر کے دن
ہاتھ میں ہو ترا دامان مدینے والے

یہ کرنے کا ہے کام کر جاؤں گی ری — مُحمّد کی چوکھٹ پہ مرجاؤں گی ری
میں جاؤں گی بطحا میں جاؤں گی طیبہ — میں پیارے کے پیارے نگر جاؤں گی ری
انہی کی ہوں جوگن انہی کی بروگن — انہی کو نہ دیکھوں تو مرجاؤں گی ری
مجھے چاہے ماریں مجھے چاہے پیٹیں — سہوں گی میں سب کچھ مگر جاؤں گی ری
محمّدؐ کے در پہ جو سر میں نے رکھا — تو پھر کیا اُٹھاؤں گی مر جاؤں گی ری
سکھی سبز گنبد کو جب دیکھ لُوں گی — مسرّت میں کیا کیا میں کر جاؤں گی ری
کبھی ان پہ صدقے کبھی ان پہ قُرباں — میں کرنے کو جان و جگر جاؤں گی ری
مدینے کی سودائی بن کر پھروں گی — اِدھر جاؤں گی ری اُدھر جاؤں گی ری

جلوں گی جو دن رات فرقت میں یُوں ہی
تو مُشتاق بے موت مرجاؤں گی ری

مُحمّد مصطفٰے اینجا حبیب کبریا اینجا — امام الانبیاء اینجا شہہ ہر دوسرا اینجا
ببیں شمس الضحیٰ اینجا ببیں بدرالدجیٰ اینجا — ببیں نور الہدیٰ اینجا ببیں نورِ خدا اینجا
ابوبکرؓ و عمرؓ اینجا شہ عثمانؓ علیؓ اینجا — حسنؓ اینجا حسینؓ اینجا ہمہ آلِ عبا اینجا
مرد ہر جا بیا اینجا طلب کن آنچہ میخواہی — کرم اینجا عطا اینجا ہمہ جُود و سخا اینجا
مکین لامکاں اینجا نشان بے نشان اینجا — خُدا اینجا نبیؐ اینجا حصُولِ مُدّعا اینجا
یقین میداں شفایابی زہر مرضے کہ میداری — طبیب اینجا علاج اینجا دَوا اینجا شفا اینجا
اُمید مغفرت دارد ز تو مُشتاق بیچارہ — کہ می بخشد طفیل تو خُدا جُرم و خطا اینجا
مشو مغرور تو بر بندگیٔ خویش اے زاہد — فقط فضلش بکار آید نہ زہد و اتقاء اینجا

بروز حشر من خائف نیم از کثرتِ عصیاں
مُحمّدؐ صادق الوعد الامینؐ باوفا اینجا

مالک جان و دل مُحمّد ہے — میری ہر سانس نام احمدؐ ہے
دل میں آنکھوں میں ہو ترا جلوہ — اور کیا اس سے بڑھ کے مقصد ہے
خود خُدا ہو گیا ترا شیدا — کب ترے حُسن کی کوئی حد ہے
مرے عصیاں کی گو نہ ہو کوئی حد — آپ کا رحم بھی تو بے حد ہے
جس کا ہے ساری کائنات میں نُور — وہ مُحمّدؐ ہے وہ مُحمّدؐ ہے
نام لیتے ہی غم ہو گئے کافور — چارۂ درد نام احمدؐ ہے

نام لیوا ہوں اس کا میں مُشتاق
جِس کے روضے کا سبز گنبد ہے

جہاں مُشتاق کا اب آشیاں ہے — زمیں ایسی نہ ایسا آسماں ہے
عیاں ہے جو مرے دل میں نہاں ہے — مری حالت ہی خود میرا بیاں ہے
ہلا دیتی ہے جو عرشِ معلّٰے — وہ مجھ بیکس کی دھیمی سی فغاں ہے
ملا تیری محبّت میں یہ رُتبہ — کہ اللہ الصمد وردِ زباں ہے
بھلا کیا ہو مجھے خوفِ قیامت — نگہباں جب میرا پیرِ مغاں ہے
تمنّا ہے وہاں نکلے میرا دم — رسُولؐ اللہ کا روضہ جہاں ہے
جہاں سے آدمی پہنچے خُدا تک — فقط طیبہ میں وہ اِک آستاں ہے
خُدا رکھے اسے دائم سلامت — کہ تیری یاد سے آرامِ جاں ہے
نہیں مخفی تیری نظروں سے کچھ بھی — جہاں کا ایک اِک ذرّہ عیاں ہے
فقط انسان کو انساں نہ سمجھو — حقیقت میں کسی کا یہ نشاں ہے
خُدا جانے کہاں وہ جا بسا ہے — مری ہر بات کا جو راز داں ہے
تیرے قربان میرے باغباں اب — نئے عالم میں میرا آشیاں ہے
بڑی حیرت میں ہُوں مجُھ کو ہوا کیا — کہ شوقِ گل نہ اب خوفِ خزاں ہے

نہیں اسرار سے خالی یہ پُتلا
کوئی مُشتاق میں شاید نہاں ہے

نگاہِ ناز سے اِک بار دیکھو / اِسی انداز سے پھر یار دیکھو
نہ ہرگز پھیر کرد یُوسف کی خواہش / کبھی میرا جو تم دِلدار دیکھو
تصدّق ہو گئی جس پہ خُدائی / چلو طیبہ کا وہ دِلدار دیکھو
سُنا ہے وہ پلاتا ہے نظر سے / چلو مستو ذرا دِیدار دیکھو
جہاں میں اور بھی میخوار ہوں گے / مرے ساقی کا بھی میخوار دیکھو
مری آنکھوں میں ہے نقشہ تمہارا / اٹھا کر آنکھ چشم زار دیکھو
لبوں پر آ گئی ہے جان مُشتاق
اوٹھا کر آنکھ تو اِک بار دیکھو

شہ دوسرا کی گدائی ملی ہے / کہ بندے کو ساری خُدائی ملی ہے
مُحمّد کے صدقے میں ہر نیک و بد کو / خُدا کے غضب سے رہائی ملی ہے
مئے عشقِ احمد وہاں کام آئی / جہاں سرنگوں پارسائی ملی ہے
طلب دل کو تھی صبحِ طیبہ کی لیکن / مقدر سے شامِ جُدائی ملی ہے
لیا جس نے مُشتاق نام محمّد
اِسے رنج و غم سے رہائی ملی ہے

سرورِ دیں کا آستانہ ہے / بے ٹھکانوں کا یہ ٹھکانہ ہے
سبز گنبد مدینے والے کا / رحمتِ حق کا شامیانا ہے
در پہ احمدؐ کے جا سناؤں گا / دردِ ہجراں کا جو سُنانا ہے
حشر میں ہم گناہ گاروں کا / آپ کے ہاتھ بخشوانا ہے
آ گئے ہیں وہ میری میّت پہ / رشکِ جنّت غریب خانہ ہے
کیوں نہ آئے کسی بہانے موت / یہ بھی کیا آپ کا بہانا ہے
ایک مُشتاق ہی نہیں مُشتاق
ان کا مُشتاق اِک زمانا ہے

نظر کا رنگ بدلا جا رہا ہے / تصوّر میں مدینہ آ رہا ہے
یہ کِس کا پھر تصوّر آ رہا ہے / کہ دل پہ غم کا بادل چھا رہا ہے
یہ پیہم ہچکیاں کیوں آ رہی ہیں / مجھے کیا یاد وہ فرما رہا ہے
لپٹ جاؤں گا میں دامن سے ان کے / کچھ ایسا شوق بڑھتا جا رہا ہے
جبینِ شوق سجدے کر رہی ہے / حریمِ پاک شاید آ رہا ہے
ٹھہر جا اے دلِ مضطر ٹھہر جا / دیارِ پاک اب تو آ رہا ہے
نہ رُکتے ہیں نہ تھمتے ہیں یہ آنسو / مدینہ یاد آتا جا رہا ہے
ذرا مُشتاق کی قِسمت تو دیکھو
حضورِ مصطفےٰ میں جا رہا ہے

مدینہ نہیں یہ تو عرشِ بریں ہے / مکیں لامکاں کا یہیں ہے یہیں ہے
مُحمّد کا ہے نام ہی اسمِ اعظم / یہ حق الیقیں ہے یہ عین الیقیں ہے
دُرودِ نبی ہے خُدا کا وظیفہ / عبادت کوئی اس سے بڑھ کر نہیں ہے
نہیں جس کے دل میں مُحمّد کی اُلفت / ٹھکانہ پھر اس کا کہیں بھی نہیں ہے
محبّت کا گلشن ہمیشہ ہے تازہ / اِسی باغ کا پھل بہشتِ بریں ہے
محبّت ہو جس سے تو ہر فعل اس کا / نگاہوں میں بے عیب ہے دِلنشیں ہے
محبّت ہی زیور ہے انسانیت کا / محبّت اگر ہے تو سب کچھ حسیں ہے
خودی اور محبّت کی آپس میں ضد ہے / یہاں نفس کا دَور دَورہ نہیں ہے
نہیں جس کے دل میں محبّت کی دولت / وہ انساں کا دل کب ہے بنجر زمیں ہے
محبّت بناتی ہے ہر شئے کو کامل / اِسی پہ مدار زمان و زمیں ہے
ذرا ان کے مُشتاق بن کر تو دیکھو
ازل سے کوئی جن کا ثانی نہیں ہے

جن کے شافع حشر میں سرکار ہیں
ان گنہگاروں کے بیڑے پار ہیں

گو زمانے بھر کے ہم بدکار ہیں
آپ ہی کے پھر بھی اے سرکار ہیں

اب تو طیبہ میں بلا لیجئے حضور
جاں بلب سرکار کے بیمار ہیں

تیری رحمت کے سہارے رات دن
ہم گناہوں کے لئے تیار ہیں

اے شہ کونین ہو چشمِ کرم
دُور ہیں مجبُور ہیں لاچار ہیں

یا محمّد مصطفٰی صلِّ علٰے
دو جہاں کے آپ ہی مختار ہیں

اور کس سے درد و غم اپنا کہیں
بیکسوں کے آپ ہی غمخوار ہیں

تا کجا محرومئ دید جمال
زندگی کے دن یہی دوچار ہیں

رحم کر یا رحمۃ للعالمیں
مستحق رحمت کے ہم بدکار ہیں

کچھ نہیں مُشتاق جینے کا مزا
ہجر میں ہم جان سے بیزار ہیں

جسے وہم ہستی مٹانا نہ آیا
اسے یار کا جلوہ پانا نہ آیا

جسے سازِ ہستی بجانا نہ آیا
اسے راگِ توحید گانا نہ آیا

ترے سنگ در پر ترے عاشقوں نے
جو سر رکھ دیا پھر اٹھانا نہ آیا

مدینے کی گلیوں میں پھرتا رہوں میں
ہوئی مدتیں وہ زمانا نہ آیا

کئے جا رہا ہوں ترے در پہ سجدے
کوئی اور کعبہ بنانا نہ آیا

اماں پائی آخر ترے در پہ آکر
نظر اور کوئی ٹھکانا نہ آیا

کھلا جب یہ مُشتاق رازِ حقیقت
اسے آپ میں پھر سمانا نہ آیا

یار کا جلوہ کہاں اہلِ نظر سے دُور ہے
آنکھ روشن چاہیئے گھر گھر چراغ طوُر ہے

میری حیرانی تجھے کیوں اس قدر منظوُر ہے
دل میں رہ کر آنکھ سے پردہ یہ کیا دستوُر ہے

ربّ ارنی کا تقاضا کس لئے کرتا پھروں
میرے دل کے گوشہ گوشہ میں چراغ طوُر ہے

کس نرالی شان سے وہ پردۂ دل میں چھُپا
جلوہ گر کا جلوہ گر مستوُر کا مستوُر ہے

جا کے طیبہ میں صبا کہنا یہ پیشِ مصطفٰی
آپ کی فرقت میں اک عاصی بہت رنجوُر ہے

داورِ محشر کہوں گا یا شفیع المذنبین
نام لیوا آپ کا مغفوُر ہے مغفوُر ہے

یا محمّد مصطفٰی اب تو ہو اذنِ حاضری
آپ کا مُشتاق پاکستان میں مجبوُر ہے

نہیں ہے کوئی دُنیا میں ہمارا یا رسُول اللہ
فقط ہے آپ ہی کا اک سہارا یا رسُول اللہ

حقیقت میں بہت بڑھ چڑھ کے ہے عرشِ معلٰی سے
زمیں جس پر ہو نقشِ پا تمہارا یا رسُول اللہ

تلاطم خیز ہے دریا بھنور میں ہے مری کشتی
نظر آتا نہیں کوئی کنارا یا رسُول اللہ

سراپا معصیت ہوں بار ہے بیحد گناہوں کا
بچانا نارِ دوزخ سے خُدارا یا رسُول اللہ

تڑپتا ہے میرا دل اور ترستی ہیں بہت آنکھیں
بُلا لو پھر مدینے میں دوبارا یا رسُول اللہ

فقط اعمال کے بدلے نہ پائے گا کوئی جنّت
نہ ہوگا آپ کا جب تک اشارا یا رسُول اللہ

گنہگارانِ اُمت کا خجل ہونا سزا پانا
تری رحمت کو کب ہوگا گوارا یا رسُول اللہ

دمِ آخر ذرا مُشتاق پر اتنا کرم کرنا
کہ اس کے لب پہ ہو کلمہ تمہارا یا رسُول اللہ

کبھی تو مرے دل میں آ کملی والے
یہ اجڑا ہوا گھر بسا کملی والے

ذرا اپنا جلوہ دکھا کملی والے
مجھے مست و بیخود بنا کملی والے

مجھے پھر مدینے بُلا کملی والے
مری سوئی قسمت جگا کملی والے

محمدؐ محمّد محمدؐ محمّد
یہ ہو وردِ صبح و مسا کملی والے

ترے سبز گنبد کو جس وقت دیکھوں
کروں جان اپنی فدا کملی والے

خُدا کی قسم سر اُٹھاؤں نہ ہرگز
ملے گر ترا نقشِ پا کملی والے

کوئی زہد پر کوئی تقویٰ پہ نازاں
مجھے ہے ترا آسرا کملی والے

ہے الطالح لی جو فرمان تیرا
بُروں کو بھلا خوف کیا کملی والے

مرے عیب دُنیا پہ کھلنے نہ پائیں
تو دامن میں اپنے چھپا کملی والے

بُرا یا بھلا ہے وہ بس آپ کا ہے
ہے مُشتاق کب اور کا کملی والے

یا محمدؐ پیش تو روئے سیاہ آوردہ ام
دل سیاہ آوردہ ام حال تباہ آوردہ ام

عاصیم من مجرم و شرمندہ ام درماندہ ام
یا محمدؐ بر درت بارِ گناہ آوردہ ام

نیست ملجا نیست ماویٰ جز در تو ہیچ در
من بذات پاک تو واللہ پناہ آوردہ ام

خویشتن را در حضور رحمۃ للعلمین
بہر بخشانیدن جرم و گناہ آوردہ ام

گر تو خواہی میکنی روئے سیاہم را سفید
گرچہ از روز ازل روئے سیاہ آوردہ ام

صد ہزاراں اولیاء اقطاب اینجا حاضر اند
من بدرگاہت وسیلہ مہر شاہ آوردہ ام

رحم کُن بر من بحق مہر علی شاہ با خُدا
من ز شہر گولڑہ سوئیت پناہ آوردہ ام

آمدہ اندر خبر الطالحُ لی گفتہٗ
من سراپا عاصیم بر دے نگاہ آوردہ ام

گر تو بنوازی مرا ایں نیست از شانت بعید
گرچہ بسیار از ہمہ جرم و گناہ آوردہ ام

یا محمدؐ مصطفےٰ یک بار در خوابم بیا
ایں حسرت دیرینہ را در بارگاہ آوردہ ام

من ندارم ہیچ غم مُشتاق از عصیان خویش
با شہنشاہ دو عالم چوں پناہ آوردہ ام

قرآنِ ناطق

بڑی شادماں ہے یہ اُمّت تمہاری
سرِ حشر ہو گی شفاعت تمہاری

ہوا عرش پر شور صلِّ علیٰ کا
ہوئی فرش پر جب ولادت تمہاری

یہ اسم محمّد ہی ہے اسمِ اعظم
ہے قرآنِ ناطق یہ صُورت تمہاری

ترے بانکپن میں بڑی دلکشی ہے
بڑی خوبصورت ہے صُورت تمہاری

خُدا نے خدُا جانے کس وقت کھینچا
یہ نقشہ تمہارا یہ صُورت تمہاری

مری زندگانی کا مقصد یہی ہے
تمہارا تصوّر محبّت تمہاری

یقیناً بدل جائے گی میری قسمت
رہی مجھ پہ گر یُونہی شفقت تمہاری

خدا کا یہ احسان بے شک بڑا ہے
جو ہے میرے دل میں محبّت تمہاری

خُدا بخش دے گا انہیں روزِ محشر
جدھر اُٹھ گئی چشمِ رحمت تمہاری

یہاں بھی وہاں بھی یہی کام دے گی
سلامت رہی گر یہ نسبت تمہاری

سگِ کوئے طیبہ سے ہو جائے نسبت
ہے مُشتاق مدت سے حسرت تمہاری

کبھی نصیب کا اپنے بھی یہ زمانا تھا
سرِ نیاز تھا اور اُن کا آستانا تھا

کبھی ہمیں بھی میسّر تھی نیند راتوں کی
کبھی ہمارا بھی سر اور ان کا شانا تھا

یہ پاس تھا دلِ بسمل کو چشمِ قاتل کا
کہ جب نگاہ اُٹھی سامنے نشانا تھا

جسے سُناؤں بجز آپ کے وہ خواب کہے
مرے خیال میں ایسا بھی اک فسانا تھا

غرض کسے تھی کہ درباں کے مفت مُنہ لگتا
یہاں تو یار کی چوکھٹ کو چُوم آنا تھا

سفر مدینے کا یادش بخیر اے مشتاق
کہ دل قرار سے تھا قافلہ روانا تھا

محبوب ربُّ العالمین

انتخاب اوّلین و آخرین هست آں محبُوب رب العالمیں
نُورِ مطلق ضو فگن در دو جہاں از تنزل ہا است ایں کون و مکاں
از محبت دو جہاں موجُود شُد آں حقیقت در صور مشہود شد
چشمِ دل واکن ببیں ایں کائنات ہست جلوہ گاہِ اسمائے و صفات
پرتوِ حُسن است ایں کون و مکاں فی الحقیقت اوست پیدا و نہاں
پیرِ ما در صُورتِ ظلِّ خُدا ناقصان و گمرہاں را راہنما
دستگیر من توئی یا دستگیر دست مارا گیر یا پیرانِ پیر
من پریشاں حالم و اندوہ گیں تو مرا شو اندریں غم ہا معیں
دست او را دست حق داں بالیقیں فی الحقیقت ہست او خود شیخِ دیں
ما ہمہ ہستیم محتاجِ دُعا دُور دار از ما ہمہ آفاتہا
پیرِ من غیوّر و ہم روشن ضمیر در ہمہ خوف و خطر ہا دستگیر
دست من در دست حق پیرانِ پیر بر سرِ من ہست دستِ دستگیر
ہر دو عالم ہست نام یک وجُود کرد در جملہ صور ہا خود نمود
حکم او غیرست حکمِ ایں جُدا عبدہٗ عبدست نے باشد خُدا
در زمین و آسمان و لامکاں ہست یک نور منزّہ ضوفشاں
سرِ عشق از درسگاہِ رومؔ خواں مے شوی واقف ز اسرار نہاں

درِ حبیبؐ پہ جا کر کروں گا یہی سوال کہ اپنے در پہ بلایا کرو ہمیں ہر سال
نہ عشق ہے نہ محبت نہ آرزوئے وصال زہے نصیب کہ ہردم رہے تیرا ہی خیال
اُٹھے جو دیدۂ دل سے حجاب کے پردے تو ہر طرف نظر آیا اسی کا حُسن و جمال
کچھ اس طرح سے ہوا ہوں میں خود سے وارفتہ نہ دل کو غم نہ خوشی ہے فراق ہو کہ وصال
حسین تجھ سا کہیں بھی نظر نہیں آیا عروج پر ہے ترا آفتاب حُسن جمال
نکل گیا ہوں محبت میں دو قدم آگے نہ اب کسی کی خوشی ہے نہ اب کسی کا ملال
یہی ہے شانِ محبت یہی ہے مقصد عشق رہے ترا ہی تصوّر، رہے ترا ہی خیال
عجیب ہے یہ کرشمہ جو میں نے دیکھا ہے تری گلی میں جو پہنچا، رہا وہی خوشحال
ملی ہے تجھ کو خُدا سے یہ نعمتِ عظمٰی نہیں ہے تم سا کوئی اور صاحب اجلال
تمہارے در ہی سے ملتی ہے دولت کونین تری عطا کی تری سخا کی کہیں نہیں مثال
ترے کرم نے ہی آخر بچا لیا ورنہ بچھا ہوا تھا مصیبت کا ہر طرف اک جال
یقین اب بھی نہ آئے تجھے تعجب ہے یہ دیکھ لو میری صُورت یہ دیکھ لو میرا حال
ہزاروں آئے گئے اور ہزاروں بیٹھے اُٹھے نہیں تھا کوئی بھی ایسا جسے سُناتا حال
ہزار بار جسے آزما چکا ہوں میں وہ راہِ راست پہ آئے یہ وہم ہے یہ خیال
پہنچ گیا ہوں جو مُشتاقؔ ان کے کوچے میں
یہ محض ان کا کرم ہے ترا نہیں ہے کمال

مناقب اولیاء اللہ

یہ عقیدہ عشق میں تیرے کھلا ہے
فنا کے بعد ہی ممکن بقا ہے

بحمد اللہ تو ہے یاد مجھ کو
کہ تیری یاد یادِ کبریا ہے

فدا ہے جان و دِل جس پر وہی اب
مرا حامی مرا مشکل کشا ہے

مرا اب دین و دُنیا میں محافظ
علیؓ مُرتضیٰ شیرِ خُدا ہے

مرے آقا نہیں اس میں ذرا شک
ترا دیدار دیدارِ خدا ہے

فقط سر ہی نہیں جو کچھ ہے موجُود
شہِ جیلاںؓ کے قدموں پر فدا ہے

نہیں وہ سلطنت میں بھی میسّر
جو اُس دَر کی گدائی میں مزا ہے

نہیں ہوگی شفا مجھ کو کسی شکل
ترا دیدار ہی میری دَوا ہے

فرشتے غور سے سُنتے ہیں جِس کو
وہ اس ٹوٹے ہُوئے دل کی صَدا ہے

خدا سے ڈر ستم سے باز آ جا
نہ ترسا مجھ کو میرا بھی خُدا ہے

نہیں پوچھا کبھی اس نے مرا حال
خدا جانے وہ کیوں مجھ سے خفا ہے

شبِ فرقت کا عالم پوچھنا کیا
خُدا محفوظ رکھے اِک بلا ہے

کوئی ایسا نہیں جو اُس سے کہتا
کہ وہ مُشتاقؔ بیٹھا رو رہا ہے

مِلا جب کِسی کا پیامِ محبّت
کیا دل نے اُٹھ کر سلامِ محبت

تصوّر بنا شمع فانوسِ خلوت
ہوئی لیلۃ القدر شامِ محبت

ہُوئے رونق افروز سُلطان جیلاںؓ
کیا میں نے پھر یُوں کلامِ محبت

مری اصل کچھ بھی نہیں میں نے مانا
مگر ہُوں تمہارا غُلامِ محبت

ذرا اپنے ہاتھوں سے بھر کر پلا دو
وہ ساغر کہیں جِس کو جامِ محبت

مجھے اپنی اُلفت میں اپنا بنا لو
کہ حیرت کریں خاص و عامِ محبت

تمہارا کرم ہو اگر غوثِ اعظمؒ
تو مُشتاقؔ ہو شاد کامِ محبت

درِ دولت پہ حاضر ہے گدا یا شاہ جیلانیؒ
نگاہِ مہر ہو بہرِ خدا یا شاہ جیلانیؒ

اشارے میں بنا دیتے ہو بگڑی تم تو لاکھوں کی
ہمارے کام میں ہے دیر کیا یا شاہ جیلانیؒ

قسم تیری نہ اس چوکھٹ سے اب اٹھے گا سر میرا
مجھے جب تک نہ ہوگا کچھ عطا یا شاہ جیلانیؒ

ترے دربار میں کیا کیا اُمیدیں لے کے آیا ہوں
کہیں ٹوٹے نہ میرا آسرا یا شاہ جیلانیؒ

نہ ہو مجھ میں کوئی خوبی نہ ہو اچھا عمل کوئی
مگر ہوں نام لیوا آپ کا یا شاہ جیلانیؒ

تمہارے در سے خالی ہاتھ پھرتا ہے کہاں سائل
مجھے بھی کچھ نہ کچھ تو ہو عطا یا شاہ جیلانیؒ

ترا لطف و کرم لایا ترے دربار تک ورنہ
پہنچنے کا ذریعہ کچھ نہ تھا یا شاہ جیلانیؒ

دمِ آخر رہے پیشِ نظر سرکار کی صورت
یہی مشتاق کی ہے التجا یا شاہ جیلانیؒ

شاہ جیلاںؒ کا اِک گدا ہوں میں
دونوں عالم سے ماورا ہوں میں

اے مبارک وہ بے خودی جس میں
تیری چوکھٹ کو چومتا ہوں میں

ہائے ان کی وہ پیاری پیاری شکل
یاد کر کر کے رو رہا ہوں میں

دست گیری کرو شہ جیلاںؒ
اب تو قدموں میں آ پڑا ہوں میں

حور و غلماں سے کیا غرض مجھ کو
چاہنے والا آپ کا ہوں میں

چشمِ کم سے نہ دیکھ اے زاہد
مظہرِ ذاتِ کبریا ہوں میں

خود بھی مشتاق میں نہیں سمجھا
کون سے ساز کی صدا ہوں میں

گھر کیے چور کے دل میں بھی صداقت تیری
سچ تو یہ ہے کہ نرالی ہے ولایت تیری

سب نے کاندھے پہ سر آنکھوں پہ لیے تیرے قدم
اولیا مان گئے دیکھ کے عظمت تیری

دین و دُنیا سے میرا دامنِ مقصد بھر دے
دونوں عالم میں ہے مشہور سخاوت تیری

بات بن جائے قیامت میں جو ہو وردِ زباں
مجھ گنہ گار و خطا وار کے مدحت تیری

شاہِ جیلانیؒ یہ تمنا ہے کہ وقتِ آخر
سامنے ہو مشتاق کے صورت تیری

درِ غوث پہ سر جھکانے چلا ہوں
عقیدت کی چادر چڑھانے چلا ہوں

زمانے نے جو جو ستم مجھ پہ ڈھائے
وہ رو رو کے سارے سنانے چلا ہوں

وہ دیتے ہیں اپنے خزانے سے کیا کیا
مقدر کو میں آزمانے چلا ہوں

درِ غوث پر آج مشتاق میں تو
گناہ و خطا بخشوانے چلا ہوں

کیا شان ہے تیری صلِ علیٰ یا عبدالقادر جیلانیؒ
تو نورِ نبی تو نورِ خدا یا عبدالقادر جیلانیؒ

ہے ورد یہی اب صبح و مسا یا عبدالقادر جیلانیؒ
کیا نام ہے تیرا نامِ خدا یا عبدالقادر جیلانیؒ

جب آپ کا دامن تھام لیا یا عبدالقادر جیلانیؒ
خالی نہ رہا دامانِ دعا یا عبدالقادر جیلانیؒ

کس در پہ جھکائیں سر اپنا ہم کس کو سنائیں حال اپنا
ہے کون ہمارا تیرے سوا یا عبدالقادر جیلانیؒ

ہوں گرچہ سراپا جرم و خطا ہے لاج تمہارے ہاتھ شہا
ہوں آپ کے در کا میں کتا یا عبدالقادر جیلانیؒ

کونین پہ تیرا قبضہ ہے ہر جا ترا سکہ چلتا ہے
ہیں ملک میں تیری ارض و سما یا عبدالقادر جیلانیؒ

جو در پہ ترے آجاتا ہے وہ دل کی مرادیں پاتا ہے
تو بحرِ کرم ہے کانِ سخا یا عبدالقادر جیلانیؒ

جب حشر میں جاؤں پیشِ خدا ہو ہاتھ مرا دامن تیرا
مقبول ہو اتنی میری دعا یا عبدالقادر جیلانیؒ

جو تیرا کھاتا پیتا ہو جو تیرے سہارے جیتا ہو
وہ کس کو پکارے تیرے سوا یا عبدالقادر جیلانیؒ

جو دل کی خواہش ہوتی ہے وہ فوراً ہی بر آتی ہے
یہ آپ کے در کا ہے صدقہ یا عبدالقادر جیلانیؒ

ولیوں کے ہے سر پہ قدم جس کا چوروں کو جو دے ابدال بنا
ہے ایسا کون تمہارے سوا یا عبدالقادر جیلانیؒ

طغیانیٔ عصیاں کے آگے کمزور ہے لنگر توبہ کا
کشتی کو بچانا بہرِ خدا یا عبدالقادر جیلانیؒ

جو آپ کے در کا بندہ ہو گھر اور نہ ہو کوئی جس کا
بغداد سے کیوں ہو دور پڑا یا عبدالقادر جیلانیؒ

اللہ نے سب قدرت دی ہے قادر کے ہو تم قادر بندے
قسمت کو بنا دو میری ذرا یا عبدالقادر جیلانیؒ

کمزور سمجھ کر دُنیا میں اغیار دباتے ہیں ہم کو
کچھ پاس تو کیجیے اپنوں کا یا عبدالقادر جیلانیؒ

میں شومئ قسمت کا مارا گرداب ہوس میں سخت پھنسا
اب غرق ہوا اب غرق ہوا یا عبدالقادر جیلانیؒ

مشتاق درِ اقدس پہ کھڑا رو رو کے یہی دیتا ہے صدا
سب بخش دو میرے جرم و خطا یا عبدالقادر جیلانیؒ

یہی ہے مجھ کو حیرانی محی الدّین جیلانیؒ — کروں کیونکر ثنا خوانی محی الدّین جیلانیؒ
لقب محبوبِ سُبحانی محی الدّین جیلانیؒ — علیؓ کے آپ ہیں جانی محی الدّین جیلانیؒ
ولی الاولیا۔ تم ہو حبیبِ مُصطفےٰ تم ہو — تمہارا کون ہے ثانی محی الدّین جیلانیؒ
ذرا محشر میں رکھنا شرم یا غوث الوریٰ میری — نہ ہو عصیاں کی عُریانی محی الدّین جیلانیؒ
پلا کر جام وحدت کا مجھے لِلّٰہ فرما دو — خُدا کے عِشق میں فانی محی الدّین جیلانیؒ
بھنور میں آ پڑی کشتی نہ ہو غرقِ گنہگاری — کرو میری نگہبانی محی الدّین جیلانیؒ

کہیں بڑھ کر جہانبانی سے ہے مشتاق کے دل کو
تمہارے دَر کی دربانی محی الدّین جیلانیؒ

محی دین مُصطفےٰ بغداد کی سرکار ہے — واہ کیا صلِّ علیٰ بغداد کی سرکار ہے
جانشین مجتبےٰ بغداد کی سرکار ہے — نور چشم مُرتضےٰ بغداد کی سرکار ہے
چارہ سازِ بیکساں اور تکیہ گاہ عاصیاں — دستگیرِ دوسرا بغداد کی سرکار ہے
جس کو چاہے جب بھی چاہے جو بھی چاہے بخش دے — قاسمِ رزقِ خدا بغداد کی سرکار ہے
ہیں اسی دربار سے شاہ و گدا سب فیضیاب — الغرض حاجت روا بغداد کی سرکار ہے
یہ بلاد اللہ ملکی تحتَ حکمی سے کھلا — مالکِ ارض و سما بغداد کی سرکار ہے
جب کوئی مشکل ہو گر ایسی کہ جس کا حل نہ ہو — اس کی بھی مشکل کشا بغداد کی سرکار ہے
بیکسی میں بےبسی میں جب کوئی ساتھی نہ ہو — اس کا داتا ناخُدا بغداد کی سرکار ہے
دین و دُنیا میں ترا اس کے سوا کچھ بھی نہیں — دو جہاں میں آسرا بغداد کی سرکار ہے

جو بھی لینا ہے تجھے مُشتاق بس تو ان سے لے
تیرے ہر دکھ کی دَوا بغداد کی سرکار ہے

نشانِ بے نشانی چاہتا ہُوں — مکانِ لامکانی چاہتا ہُوں
مٹا کر ہستیٔ موہوم اپنی — مآلِ زندگانی چاہتا ہُوں
حقیقت ربّ ارنی کی سمجھ کر — صدائے لن ترانی چاہتا ہُوں
خیالِ ماسوا دل سے مِٹا کر — عروج زندگانی چاہتا ہُوں
بروزِ حشر رکھ لینا مری لاج — بس اِتنی مہربانی چاہتا ہُوں
شہِ بغداد کی چوکھٹ پہ جا کر — میں قِسمت آزمانی چاہتا ہُوں

گنہ دُھل جائیں گے مشتاق سارے
فقط رحمت کا پانی چاہتا ہُوں

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

مرا چاہنا دیکھو کیا چاہتا ہُوں — فقط تجھ کو جانِ وفا چاہتا ہُوں
مرے ہو ہمیشہ رہو گے مرے ہی — کہو مُنہ سے تیرے سُنا چاہتا ہُوں
وفا کا ہوں طالب وفا کی ہے عادت — وفا کر رہا ہوں وفا چاہتا ہُوں
محبّت ہو دونوں طرف ایک جیسی — یہ کیا کہہ رہا ہوں یہ کیا چاہتا ہُوں
رہے اب نہ باقی ذرا اجنبیت — مَیں تیرا سراپا بنا چاہتا ہُوں
ترے پیار کی پیاری دُنیا میں کھو کر — ترے پیار کا آسرا چاہتا ہُوں
محبت میں دونوں کو ہو بیقراری — میں اس کے سِوا اور کیا چاہتا ہُوں
تری مَست آنکھوں سے آنکھیں ملا کر — سرورِ مئے جانفزا چاہتا ہُوں

امین محبت رہیں دونوں مُشتاق
یہی تجھ سے غوث الوریٰ چاہتا ہُوں

سُنانے ہجر کا سب ماجرا غریب نواز
کھڑا ہے دیر سے بندہ ترا غریب نواز

نہیں ہے جس کا کوئی اور اس زمانے میں
وہ میں غریب ہوں بینوا غریب نواز

گلِ مُراد سے دامانِ آرزو بھر دے
کھڑا ہے در پہ یہ سائل ترا غریب نواز

نہ سلطنت کی تمنّا ہو پھر نہ خواہشِ جاہ
بنوں جو در کا تمہارے گدا غریب نواز

مدد کو آیئے لِلّٰہ اب غریبوں کی
مصیبتوں کی نہیں ہوتی انتہا غریب نواز

نہیں سنبھالنے والا ترے سوا کوئی
بڑھاؤ دستِ مدد اب ذرا غریب نواز

اِسی اُمید میں در پر ترے کھڑا ہُوں مَیں
کہ کچھ نہ کچھ تو کریں گے عطا غریب نواز

لبِ سوال کے بوسے مُراد لیتی ہے
پکارتا ہے جو مُشتاق یا غریب نواز

غریب ہے تیرا بیمار یا غریب نواز
عطا ہو شربتِ دیدار یا غریب نواز

بڑھے جو دستِ کرم جھولیاں بھریں سب کی
سخی ہے آپ کی سرکار یا غریب نواز

ہجوم کیوں نہ ہو در پر ترے غریبوں کا
کہ تو سبھوں کا ہے غمخوار یا غریب نواز

بحقِ حضرت عثمان رضؓ مدد کرو میری
کہ میں ہوں بیکس و لاچار یا غریب نواز

ہماری لاج بھی رکھنا ذرا قیامت میں
کہ سربسر ہیں گناہ کار یا غریب نواز

خدا دکھائے مجھے تیرا چہرۂ زیبا
نصیب ہو تیرا دیدار یا غریب نواز

نہ دیکھ ظرف مرے کاسۂ گدائی کا
کہ ہے بڑی تیری سرکار یا غریب نواز

غریق ہے تیرا مشتاق بحرِ عصیاں میں
سفینہ اس کا بھی ہو پار یا غریب نواز

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

خواجۂ دوسرا غریب نواز
رہبر و رہنما غریب نواز

مقصدِ اولیاء غریب نواز
مُرشدِ حق نما غریب نواز

لاج رکھنا مری قیامت میں
ہے یہی التجا غریب نواز

مجھ کو عقبیٰ کا خوف کیا ہوتا
تم ہو جب پیشوا غریب نواز

مشکلیں کیوں نہ ہوں مری آساں
تم ہو مشکل کُشا غریب نواز

چھوڑ کر در ترا کہاں جائے
اب یہ بندہ ترا غریب نواز

جی رہا ہوں جو میں تو اس کا سبب
ہے ترا آسرا غریب نواز

بخشتا کون ہے کِسے سب کچھ
یا شہِ ہند یا غریب نواز

میری اپنی زبان سے سُن لو
ہجر کا ماجرا غریب نواز

پڑ گئی جس پہ اِک نظر تیری
ہو گیا باخُدا غریب نواز

جب ہے بندہ ترا معین الدین
غم میں کیوں ہے پھنسا غریب نواز

در پہ حاضر ہے اک ترا مُشتاق
اپنا جلوہ دکھا غریب نواز

خواجۂ ہند الولی کا ہُوں غُلام
نام لیوا ہوں میں اُن کا صبح و شام

ہر کڑی مشکل تری آسان ہو
صدق دل سے لے اگر خواجہ کا نام

مست و بیخود کر دیا ہر ایک کو
کِس قدر پُر کیف ہے خواجہ کا جام

رنج و غم کی ہو چکی ہے اِنتہا
رحم کر اے نائبِ خیرُ الانام

میری فرقت کی اندھیری رات میں
بار بار آتا ہے لب پہ تیرا نام

حشر میں رکھنا ہمیں بھی ساتھ ساتھ
تیرا دامن تھام لیں گے ہم تمام

اب تو ہو نظرِ کرم مُشتاق پر
ٹھوکریں کھائے کہاں تک یہ غلام

السّلام اے سایۂ لطف رحیم
السّلام اے مظہر ذات کریم

السّلام اے نائب شاہ رسل
السّلام اے نور ہادی سبل

السّلام اے حضرت والائے روم
السّلام اے ہادی و مولائے روم

السّلام اے حاصل جملہ علوم
اے توئی مشہور مولانائے روم

السّلام اے مظہر انوارِ عشق
السّلام اے کاشفِ اسرارِ عشق

السّلام اے جان پاکی سربسر
السّلام اے آنکہ از جاں پاکتر

السّلام اے رہنمائے ناقصیں
السّلام اے مقتدائے کاملین

السّلام اے واقف سرِ نہاں
السّلام اے راز دان کُن فکاں

لقب مولانا ہمیں زیبد ترا
ایں ولایت غیر تو دارد کجا

از جمال نور ذوقِ پاک تو
حکم مقناطیس دارد خاک تو

راز پنہاں را توئی کردہ عیاں
اہل معنی بس ز فیضت نغمہ خواں

من چہ گویم وصف تو مولائے ما
سر خمیدہ پیش فیضت اولیاء

دیدہ گریاں آمدم بر در گہت
دارم از لطفت امید مکرمت

سر زمین روم را صد فخر ہست
کاندریں یک آفتاب وحدت است

سر زمین روم قلب و جاں کشید
بل زما مارا بہ صد ایماں خرید

گفتگوئے شوق ناید در حساب
اے ترا صد نور جذب لاجواب

چشمِ من روشن ز خاک در گہت
شادیٔ من ہم ز دید مرقدت

من بحضرت خود کے آیم اے شہا
ہم ز لطفت حاضرم پیش شما

تو مکن بر پستگیٔ من نظر
حال من منگر تو لطف خود نگر

نور فیض شاہ ما باصد وفا
رہنماء رُوم شُد مولائے ما

آمدہ ام من ز شہر گولڑہ
پاک گشتہ او ز مہر مہر شاہؓ

من چہ گویم وصف آں عالی وقار
ظلمت ما راست او مہر نہار

در ولایت شان او روشن جلی
ہمچو اسم پاک او مہر علیؓ

السّلام اے چارہ ساز اہل ذوق
اے توئی تصویر راز فوق فوق

سیرتِ تو سیرت غوث جلی
واقف سر خفی و ہم جلی

فاق فی الکل علی الکل شاہِ ما
مستغاث و ملجاء و ماوائے ما

الغیاث اے مہر علی شاہ باخُدا
الغیاث اے مصدر صدق و صفا

الغیاث اے وارث غوثِ جلی
الغیاث اے کامل و اکمل ولی

الغیاث اے نورِ نبویؐ الغیاث
الغیاث اے مہر علویؓ الغیاث

نور فیض شاہِ ما باصد صفا
گشتہ سوئے روم ما را رہنما

سینہ از فرقت شدہ صد چاک چاک
حاضرم پیشت بہ حال درد ناک

ہر کہ آمد بر درت مہمان تو
او رود محروم کے از خوانِ تو

چوں توئی غواص بحرِ سرمدی
از فیوضت شُد ہویدا مثنوی

عالمے از مثنویت خوشہ چیں
فیض تو جاری ست ہر دم بالیقین

جرعۂ از بحرِ فیضت کُن عطا
تشنہ را مولائے جملہ اصفیاء

اے کہ وصلِ تو علاج درد من
کُن علاج من بحق پنجتن

بشنو از لطف و کرم فریاد من
کُن طفیل شہ شمسؓ امداد من

چند گویم حال خود اے چارہ گر
چوں تو از حق جملگی داری خبر

فیضیاب از تو گدا و بادشاہ
از جمال تو فروغ مہر و ماہ

جلوۂ ذات است گر کون و مکان
غیر او جملہ بداں وہم و گماں

در دو عالم نیست جز ذات احد
مظہر اسما ست جملہ نیک و بد

مظہر اسماء او چوں ہر دو اند
پس بنظر عارفاں ہر دو یک اند

چشمِ عارف کے فتد بر خد و خال
بل کہ بیند عکس نور ذوالجلال

باد بر تو رحمت پروردگار
ہر زماں شام و سحر لیل و نہار

صدقۂ حسنینؓ و اصحابِ رسُولؐ
ہدیۂ مُشتاق یابد صد قبُول

صُورتِ انسان کامل را نشان مولائے روم   سرِ وحدت را اتم شرح و بیاں مولائے روم
آرزو دارم کہ یک بار دگر در قونیہ   سر نہم بر آستان آسماں مولائے روم
لطف فرما سوئے من من طالب لطف توام   مرشد من ہادی من جان جاں مولائے روم
روز و شب من در خیال حضرت والا توام   زانکہ از یادت بود تسکین جاں مولائے روم
زندگی برباد شد عمرم ہمہ کردم خراب   رحم فرما بر سر آدارگاں مولائے روم
نیست در جان و دلم جز حب تو چیزے دگر   بینم اندر جسم خود روح رواں مولائے روم
من مریض درد و عصیانم مرض شد لاعلاج   کن علاجم اے طبیب مہرباں مولائے روم
من خراب و خستہ ام از زندگی برگشتہ ام   سویت پناہ آوردہ ام خواہم اماں مولائے روم
رومی رومی گویم و خواہم کہ گویم روم روم   ہر چہ منسُوب است با تو خوشتر آں مولائے روم

میشوی فارغ ز جملہ رنج و غم ہائے جہاں
گر کنی مُشتاقؔ تو ورد زباں مولائے روم

سیّدی و مُرشدی یا خواجہؒ مہر علیؓ   دید تو دید علیؓ یا خواجہؒ مہر علیؓ
پھر بھی دیکھوں میں کبھی یا خواجہؒ مہر علیؓ   صُورت زیبا تیری یا خواجہؒ مہر علیؓ
مشکلیں جتنی تھیں میری سب کی سب آساں ہوئیں   جب کہا اک بار بھی یا خواجہؒ مہر علیؓ
تیرے صدقے تیرے قرباں جس پہ کی تُو نے نظر   کر دیا اُس کو ولی یا خواجہؒ مہر علیؓ
حشر میں ہم عاصیوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے   مہر کرنا ہم پہ بھی یا خواجہؒ مہر علیؓ
ہاتھ پھیلائے تیرے در پہ کھڑا ہوں دیر سے   اے سخی ابنِ سخی یا خواجہؒ مہر علیؓ
فرش سے تا عرش اے خواجہ تیرے فیضان کی   دھوم ہے کیسی مچی یا خواجہؒ مہر علیؓ
گو بُرا ہوں لاکھ پر تیرا تو کہلاتا ہوں میں   بات ہے یہ بھی بڑی یا خواجہؒ مہر علیؓ
دوست رکھتے ہیں تجھے دُنیا کے سب غوث و قطب   تو ہے ولیوں کا ولی یا خواجہؒ مہر علیؓ

وقتِ آخر یا الہٰی لب پہ ہو مُشتاقؔ کے
خواجہؒ مہر علیؓ یا خواجہؒ مہر علیؓ

جس گھڑی تیری دید ہوتی ہے   اس گھڑی میری عید ہوتی ہے
ان کو ہر روز دیکھتا ہوں   میری ہر روز عید ہوتی ہے
جو نوازے نظامؒ و صابرؒ کو   وہ نگاہ فریدؒ ہوتی ہے
جس کو نسبت نہیں ترے دَر سے   اس کی مٹی پلید ہوتی ہے
جو ہیں وابستہ تیرے دامن سے   ان کی قسمت سعید ہوتی ہے

جتنا مُشتاقؔ ہوں بُرا اِتنی
اس کی رحمت مزید ہوتی ہے

شاد باش اے محسنؒ عالی مقام   بر سرت فضل خدا بادا مدام
شاد باش اے ترمذی باشعور   سینہ ات را کردہ یزداں پُر زنور
شاد باش اے محسن مشفق شفیق   مہرباں ما وہم نعم الرفیق
شاد باش اے محسن ما ذی وقار   بر سریر عدل باشی سرفراز
حبّذا منظور نظر دستگیر   در جواں مردی نمیداری نظیر
جرأت تو در جہاں مشہور شد   از قضائت عالمے مسرور شد
شاد باش اے محسن محکم یقیں   آفریں بر ذات تو صد آفریں
دست تو در دست عبدالقادرؓ است   زیں سبب ہر دم ترا حق ناصر است
نسبت با حق چناں داری قوی   ہیچ باطل را پذیرندہ نئی
ایں دُعا گوید ترا پیر و جواں   دشمنت مقہور یارت مہرباں

از دل مُشتاقؔ ایں خیزد دُعا
حافظ و ناصر بود ایزد ترا

قونیہ میں ایک قِصّہ جانستاں
حضرت مدنیؒ نے فرمایا بیاں

اِک گورنر تھا مدینے پاک کا
جس کا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہو گیا

شہر والوں نے اسے مارا بہت
اور کیا ہر طرح سے رُسوا بہت

ہر طرف سے مار وہ کھاتا ہوا
بھاگ کر بیت الخلاء میں چُھپ گیا

بعد ازاں سُلطان کو اک تار دی
اور کہا میری ہوئی بے حُرمتی

گر اجازت ہو تو کچھ سختی کروں
حکم لوگوں کی گرفتاری کا دوں

تا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو
جو بھی منشا ہو وہ فوراً حکم دو

شاہ نے اس کو دیا فوراً جواب
کر ادب اس سرزمیں کا بے حساب

مالک دُنیا و دیں کا شہر ہے
رحمۃ للعالمینؐ کا شہر ہے

وہ ہیں باشندے مدینے پاک کے
وہ پڑوسی ہیں شہِ لولاکؐ کے

ان کے آگے گردنیں ہیں سب کی خم
اصل میں حاکم ہیں وہ محکوم ہم

دُوں سزا ان کو مری قدرت نہیں
مجھ میں یہ طاقت نہیں ہمت نہیں

ان کی خدمت کا اگر جذبہ نہ ہو
پھر وہاں رہنے سے کیا حاصل، کہو

کچھ خطا تجھ سے ہوئی ہو گی ضرور
بادشاہؐ دین و دُنیا کے حضور

جس کے باعث یہ ملی تجھ کو سزا
توبہ کر توبہ، بدی سے باز آ

یہ مگر قِصّہ ہے اگلے وقت کا
یہ زمانہ اور ہے وہ اور تھا

خادم الحرمین جو ذی شان تھا
ظاہراً طیبہ کا وہ سُلطان تھا

کیوں نہ ہوتا دَور وہ دورِ سعید
خادم الحرمین تھا عبدالحمیدؒ

کاش پھر ایسا کوئی سُلطان ہو
ذکر جس کا نازشِ ایمان ہو

اب زمین و آسماں کا فرق ہے
مغربیت میں وہ تُرکی غرق ہے

ہو چکی مُشتاق وہ ترکی تمام
ختم ہوتا ہے یہ قِصّہ والسلام

جن سے باقی ہے ابھی ترکوں کا نام
اُن پہ ہو رحمت خُدا کی اور سلام

بتقریب سعید شادی خانہ آبادی عزیزم غلام معین الحق طولعمرہٗ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء

بنامِ خالق ارض و سما سہرا مُبارک ہو
بحقِ شافعِ روزِ جزا سہرا مُبارک ہو

محمدؐ مصطفٰے صلِّ علیٰ سہرا مُبارک ہو
معین الحق بنا دولہا سجا سہرا مُبارک ہو

مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو
مرے غوث الوریٰؒ کے ہاتھ کا سہرا مُبارک ہو

شہ جیلاںؒ کے گلشن میں بہار آئی بہار آئی
حسین و مہ جبین و مہ لقا سہرا مُبارک ہو

جلال الدین رُومیؒ کے گلستانِ وحدت سے
سنور کر سر پہ چمکا خوش ادا سہرا مُبارک ہو

معین الدینؒ اجمیری کی اِک نظرِ عنایت سے
عطا حق نے کیا توقیر کا سہرا مُبارک ہو

یہ قطبُ الدین کاکیؒ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے
حیا و شرم میں ڈوبا ہوا سہرا مُبارک ہو

فریدِ الدین بابا گنج شکرؒ کی مہربانی سے
سجا ہے اس نرالی شان کا سہرا مُبارک ہو

نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کی محبت میں
سراپا بن گیا ہے دِل رُبا سہرا مُبارک ہو

نصیر الدینؒ چراغ دہلوی کی روشنائی میں
عیاں ہے نورِ وحدت کی ضیا سہرا مُبارک ہو

شہ مہر علیؒ شاہ کا رہے سایہ سدا قائم
غلام محی الدینؒ کے باغ کا سہرا مُبارک ہو

پرستارِ محبت کی نگاہوں سے کوئی دیکھے
حسیں رنگت میں ہے بے رنگ کا سہرا مُبارک ہو

نیارا ہے پیارا ہے نکیلا ہے سجیلا ہے
کہیں دیکھا بھی ہے اس رنگ کا سہرا مُبارک ہو

ذرا مُشتاق دیکھو اور سوچو اور پھر سمجھو !
بدل کر رُوپ کس کے سر بندھا سہرا مُبارک ہو

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

غزلیات

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

نالے کرتا ہے آہیں بھرتا ہے — کیا یہ انجن کسی پہ مرتا ہے
خود تو جلتا ہے آگ میں لیکن — لے کے منزل پہ سب کو چلتا ہے

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

آرزوئے وصلِ جاناں میں سحر ہونے لگی — زندگی مانندِ شمع مختصر ہونے لگی
رازِ اُلفت کھل نہ جائے بات رہ جائے مری — بزمِ جاناں میں الٰہی چشمِ تر ہونے لگی
اب شکیبِ دل کہاں حسرت ہی حسرت رہ گئی — زندگی اِک خواب کی صورت بسر ہونے لگی
یہ طلسمِ حسن ہے یا کہ مآلِ عشق ہے — اپنی ناکامی ہی اپنی راہ بر ہونے لگی
سُن رہا ہوں آرہے ہیں وہ سرِ بالیں آج — میری آہِ نارسا بھی با اثر ہونے لگی
اُن سے وابستہ اُمیدیں جو بھی تھیں وہ مٹ گئیں — اب طبیعت آپ اپنی چارہ گر ہونے لگی
وہ تبسم تھا کہ برقِ حُسن کا اعجاز تھا — کائناتِ جان و دل زیر و زبر ہونے لگی
دل کی دھڑکن بڑھ گئی آنکھوں میں آنسو آگئے — غالباً میری طرف ان کی نظر ہونے لگی

جب چلا مُشتاق اپنا کارواں سوئے عدم
یاس ہم آغوش ہو کر ہم سفر ہونے لگی

آئندہ پھر نہ آئے کبھی ہجر یار میں
جی چاہتا ہے آگ لگا دوں بہار میں

آنے لگا وہ کیوں مرے اُجڑے دیار میں
دن رات جس کی چین سے گزرے بہار میں

وہ آئیں یا نہ آئیں یہ اُن کے کرم پہ ہے
ہم تو اُٹھا رہے ہیں مزے انتظار میں

سب کچھ بھلا چکا ہوں محبت میں آپ کی
اِک یاد رہ گئی ہے دلِ بے قرار میں

وہ تو ذرا سی دیر کو میّت پہ بھی نہ آئے
ہم جن کے آسرے پہ چلے تھے مزار میں

پردے میں چُھپ کے بیٹھنے والے اِدھر تو دیکھ
کیا کچھ نہیں مری نگہ اعتبار میں

اے کاش یاد آئیں تجھے بھی مری طرح
وہ دن گزر گئے جو محبت میں پیار میں

ایک ایک لمحہ یاد ہے ایک ایک وہ گھڑی
ہم کو تلاش یار تھی جب کوئے یار میں

اے مست حسن ناز کچھ اس کی خبر بھی ہے
جذبہ تھا کیا مری نگہ بار بار میں

کیا جبر ہے کہ ہم پہ ہوں کیوں فریفتہ
کہہ تو دیا کہ دل نہ رہا اختیار میں

کیا فائدہ نکال بھی دل سے کدورتیں
دو دن کی زندگی ہے گزر جائے پیار میں

بخشش ہوئی تو اہلِ ندامت کی حشر میں
تسبیح زاہدوں کی نہ آئی شمار میں

افسوس تُو نے دل کی ذرا بھی نہ قدر کی
یہ داغ لے چلا ہوں دلِ داغدار میں

مُشتاقؔ جن کی آنکھوں سے پردے اُٹھے انہیں
سو سو طرح کی دید ہے اِک دیدِ یار میں

پھراتا در بدر ہے کو بکو دردِ جگر مجھ کو
ٹھہرتا ہے تو پہنچا کر اسی ظالم کے گھر مجھ کو

تری فرقت میں اب جینا گراں ہے اسقدر مجھ کو
کہ مرنے کی دوا دیتے ہیں میرے چارہ گر مجھ کو

سر آنکھوں سے کہیں قبلہ نما اہلِ نظر مجھ کو
جو مل جائے کہیں اس شوخ ہرجائی کا گھر مجھ کو

یہی میری جبینِ شوق ہے تو دیکھنا واعظ
کسی کا نقشِ پا لے آئے گا خود راہ پر مجھ کو

قفس میں پاسِ خود داری سے آنسو پی لئے تو کیا
سبک کر کے رہے گی آرزوئے بال و پر مجھ کو

ہُوئی تقسیم دولت حسن کی کتنے سلیقہ سے
ملا حُسن خود را آپ کو حُسنِ نظر مجھ کو

جہاں تک ضبط ممکن تھا کیا میں نے مگر اب تو
کرے گی چار سُو رسوا یہ میری چشمِ تر مجھ کو

زبانِ شوق میں کعبہ کا کعبہ جن کو کہتے ہیں
یئے سجدہ میسّر ہے انہیں کا سنگِ در مجھ کو

کبھی راتوں کو چھپ کر بھی جو اس کو پہنچ جاتا ہوں
تو کیا آنکھیں دکھاتے ہیں چراغِ رہگذر مجھ کو

تری دزدیدہ نظروں کی صفائی تو کوئی دیکھے
کہ دل پہلو سے غائب اور نہیں اصلاً خبر مجھ کو

کِسی کی جستجو میں آپ ہی میں کھو گیا ایسا
کہ اب مُشتاقؔ مدت سے نہیں اپنی خبر مجھ کو

تمہارے واسطے دل بے قرار رہتا ہے
خُدا گواہ بہت اِنتظار رہتا ہے

لحاظ یہ بھی کچھ اے چشمِ یار رہتا ہے
کہ تشنہ لب کوئی اُمیدوار رہتا ہے

نشان کشتۂ انداز پوچھنے والے
یہ تیری راہ میں کِس کا غبار رہتا ہے

دوا فضول دُعا بے اثر فسوں باطل
یہاں تو نام سے ان کے قرار رہتا ہے

وہ کیا گئے کہ ہوا بندھ گئی اداسی کی
بُجھا بُجھا سا دلِ داغدار رہتا ہے

کہاں نہیں مرے پیرِ مغاں کی آؤ بھگت
نفس نفس ہمہ تن انتظار رہتا ہے

نِکل گیا کوئی کہتا میرے برابر سے
کہ اب ہمیں بھی ترا انتظار رہتا ہے

وہ اژدہام غموں کا وہ دل کا یہ کہنا
سکوں کہاں میرے پروردگار رہتا ہے

شرابِ عشق جو بخُدا کبھی پی تھی
اس ایک گھونٹ کا اب تک خمار رہتا ہے

جناب خضر سے پوچھو پتہ تو کہتے ہیں
وہ حسن بحرِ محبّت کے پار رہتا ہے

یہ ہمدمی بھی غنیمت ہے اے دلِ مُشتاقؔ
خیال سے تو کوئی ہمکنار رہتا ہے

پری کر دیا مہ لقا کر دیا
تجھے حسُن نے کیا سے کیا کر دیا

سرِ راہ محشر بپا کر دیا
ارے جانے والے یہ کیا کر دیا

یہ چشمِ سخن گو سلامت رہے
اشارے میں مطلب ادا کر دیا

ہوئے آس کے آج جھگڑے تمام
نہیں نے تری فیصلہ کر دیا

رقیبوں نے کیا کچھ نہ چالیں چلیں
غرض تم کو مجھ سے جُدا کر دیا

چھری جب نہ سنبھلی تو بگڑے بہت
نزاکت نے ان کو خفا کر دیا

اس اپنے تصوّر کے مُشتاقؔ صدقے
انہیں اور مجھے ایک جا کر دیا

ترچھی نظروں سے وار کرتے ہو
کس ادا سے شکار کرتے ہو

چھوڑ دے گا وہ آنا جانا بھی
عشق کیوں آشکار کرتے ہو

جس کو ہے دشمنی محبت سے
تم اسی بُت کو پیار کرتے ہو

قصۂ طور کیا بھلا بیٹھے
طلب دید یار کرتے ہو

وہ نہ آئیں گے وہ نہ آئیں گے
کیوں عبث انتظار کرتے ہو

وصل کے نام سے ہے بحث انہیں
منتیں کیوں ہزار کرتے ہو

جو ہوا ہے نہ آج تک تیرا
اس پہ کیا اعتبار کرتے ہو

ہم تو غیروں سے بھی روا نہ رکھیں
تم جو اپنوں سے عار کرتے ہو

روؤں گا یاد کرکے اُس دن کو
پیار کیوں بار بار کرتے ہو

کچھ ذرا ہوش بھی کرو مُشتاق
کس ستم گر کو پیار کرتے ہو

نظر ملا کر کسی نے یارو نظر کا جادو چلا دیا ہے
نہ جانے کیسی دکھائی آنکھیں کہ پل میں اپنا بنا لیا ہے
نہ دن کو راحت نہ چین شب کو یہ کیسی اُلجھن میں آ پھنسا ہوں
خُدا ہی جانے کسی نے مجھ پہ یہ کیسا جادُو چلا دیا ہے
غم جدائی میں مر رہا ہوں ہزار حیلے بنا رہا ہُوں
کسی طرح جا ملوں میں اس سے جو مجھ کو چھوڑے چلا گیا ہے
نظر نے مل کر نظر سے آخر عجیب شہرت جنُوں میں پائی
کہ جس نے دیکھا کہا اسی نے نظر کا مارا یہ پھر رہا ہے
نہ پُوچھ مجھ سے کہ کیسے گزری گزار دی جس طرح بھی گزری
کسی پہ کوئی گلہ نہیں ہے یہ اپنی تقدیر کا لکھا ہے
نہیں محبت رہی جو مجھ سے تو اس میں کچھ زور ہی نہیں ہے
کسی نے نظریں جو پھیر لی ہیں بتاؤ اس کا علاج کیا ہے
نظر نے جس دم نظر کو دیکھا تو پھر نظر ہی نظر میں اے دِل
نظر نے باتیں نظر سے کر کے نظر سے سب کچھ نذر کیا ہے
وہ چپکے چپکے سے مسکرانا وہ چپکے چپکے سے بات کرنا
اندھیری راتوں میں آنا جانا گلے وہ ملنا کہاں گیا ہے
یہ بات آپس میں ہی ہوئی ہے کہ مجھ میں تجھ میں دُوئی نہیں ہے
ہے ایک ہی ذات کا یہ جلوہ نظر جو دونوں میں آ رہا ہے
کسی کی فرقت میں رات دن اب بڑے مزے سے گزر رہے ہیں
لگن سی دل میں لگی ہوئی ہے مزا محبت کا آ رہا ہے
کہا جو میں نے کہ بعد مردن مرے جنازے پہ ہاتھ رکھنا
تو ہنستے ہنستے کہا یہ اس نے جہاں میں ایسا کبھی ہوا ہے
نہیں ہے مشتاق اب مزا کچھ یہ دل لگی ایک کھیل سی ہے
کبھی محبت کبھی ہے نفرت یہ اِک تماشا بنا ہوا ہے

اِن مست نگاہوں میں تو انکار نہیں ہے — مجھ کو بھی ابھی جرأتِ اظہار نہیں ہے
کب تک یہ تجھے جرأتِ اظہار نہ ہو گا — کب تک دلِ مضطر سے تجھے پیار نہ ہو گا
کیا یونہی ترستی ہی رہیں گی میری آنکھیں — کب تک تیرا دیدار میرے یار نہ ہو گا
میں تیرا ہوں تو میرا ہے بس اِتنا ہی کہہ دو — پھر دونوں کے مابین کوئی خار نہ ہو گا
ہر سمت تیرے حسن کی باتیں ہیں زباں پر — وہ کون ہے جو تیرا پرستار نہ ہو گا
جو سر کہ تیرے عشق کے سودا سے ہو سرشار — وہ سر کبھی رسوا سرِ بازار نہ ہو گا
اک بار ذرا آنکھ سے آنکھیں تو ملا لو — کچھ بھی تو تجھے اے میری سرکار نہ ہو گا
وہ بات میرے وصل کی سنتے ہی نہیں ہیں — کہتے ہیں کہ ایسا کبھی اے یار نہ ہو گا
تم مشقِ ستم اور کرو اور کرو اور — اب لب سے میرے شکوہ میرے یار نہ ہو گا
گر یونہی رہیں مجھ پہ عنایت کی نگاہیں — وابستۂ افکار دلِ زار نہ ہو گا
رحمت نے مرے دیکھ کے عصیاں یہ پکارا — کیا لائقِ بخشش یہ گنہگار نہ ہو گا

وہ جب بھی مری قبر سے گزرے تو کہا یوں
مُشتاق کوئی تجھ سا وفادار نہ ہو گا

نہیں زخمِ دل اب دکھانے کے قابل — یہ ناسُور ہے بس چھپانے کے قابل
ترے رُو برو آؤں کس مُنہ سے پیارے — نہیں اب رہا منہ دکھانے کے قابل
وفورِ غمِ یاس نے ایسا گھیرا — نہ چھوڑا کہیں آنے جانے کے قابل
شبِ ہجر کی تلخیاں کچھ نہ پوچھو! — نہیں داستاں یہ سُنانے کے قابل
یہ ٹھکرا کے دل پھر کہا مُسکرا کر — نہ تھا دل یہ دل سے لگانے کے قابل
جو دیکھا مجھے پھیر لیں اپنی آنکھیں — نہ جانا مجھے مُنہ لگانے کے قابل
تیری بزم میں سینکڑوں آئے بیٹھے — ہمیں ایک تھے کیا اُٹھانے کے قابل
یہ کافر نگاہیں یہ دِلکش ادائیں — نہیں کچھ رہا اب بچانے کے قابل
دیارِ محبت کے سُلطاں سے کہہ دو — یہ ویراں کدہ ہے بسانے کے قابل
کیا ذکر دل کا تو ہنس کر وہ بولے — نہیں ہے یہ دل رحم کھانے کے قابل
نگاہِ کرم یُونہی رکھنا خُدا را! — نہ میں ہوں نہ دل آزمانے کے قابل
نشانِ کفِ پائے جاناں پہ یا رب — ہمارا یہ سر ہو جھکانے کے قابل

کبھی قبرِ مُشتاق پر سے جو گزرے
کہا یہ نشاں ہے مٹانے کے قابل

مریضِ عشق تڑپتا رہے دَوا نہ کرے — قفس میں رہ کے وہ زندہ رہے صدا نہ کرے
جو بات ان سے نہ کہنی تھی مَیں نے کہہ دی — اب آگے اس کی خوشی ہے کرے وفا نہ کرے
جو میری آنکھوں میں دل میں سما گیا ہے اُسے — میں بھُولے سے بھی جو بھُولوں مرا خُدا نہ کرے
یہ بات پیار کی ہے کاش انہیں کوئی کہہ دے — گلے لگا کے وہ غیروں سے یُوں ملا نہ کرے
میں کہہ رہا ہوں ترے پیار کی قسم کھا کر — یہ دل کسی سے محبت ترے سوا نہ کرے
زہے نصیب کہ مٹ جاؤں ترے کوچے میں — یہ میری خاک بھی در سے ترے اُڑا نہ کرے
تمہیں تو چاہیئے تم ہر اک سے وفا ہی کرو — یہ اور بات ہے تم سے کوئی وفا نہ کرے
یہی ہے میری تمنّا یہی ہے میری دُعا — خُدا کسی کو کسی سے کبھی جُدا نہ کرے
خُدا کرے میرے پیار کا بھرم رکھ لے — وہ بزمِ غیر میں جا کر مرا گلہ نہ کرے
وفا کرے کہ جفا اس سے نہیں کچھ مطلب — ہماری اتنی گزارش ہے کہ وہ دغا نہ کرے
یہ ایسی بات ہے جس کو کوئی نہ مانے گا — جو میکدے میں رہے اور پیا نہ کرے
یہ ان کا شیوہ ہے بے مانگے سب کچھ دیتے ہیں — درِ حبیبؐ پہ جا کر کوئی صدا نہ کرے
ہزار بار جسے ہم نے آزمایا ہے — کوئی بتائے ہم کیا کریں وہ کیا نہ کرے
خدا کرے کوئی جا کر انہیں یہ سمجھائے — کسی کے پیار کا چرچا وہ جا بجا نہ کرے
وہ اپنے جور و ستم دیکھ کر یہ کہتے ہیں — جو بات بیت گئی اس کا تذکرا نہ کرے
یہی اک رکاوٹ ہے بڑی محبت میں — کِسی سے کوئی اظہارِ مدّعا نہ کرے

یہ کیسی بات ہے مشتاق ان سے ملنے کو
یہ کہہ رہا ہے مرا دل کوئی دُعا نہ کرے

ہر بار یہ اُن کا کہنا ہے ہم آج نہیں کل آئیں گے
اب آئیں یا نہ آئیں وہ ہم آس لگائے رہتے ہیں

قسمت بھی ہم سے روٹھ گئی اور وہ بھی ہم سے چُھوٹ گئے
اِک آس تھی وہ بھی ٹوٹ گئی اب جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

کِس فکر میں حضرت رہتے ہو یہ کِس کو اپنا کہتے ہو
شاہین جو بن کر اُڑتے ہیں کیونکر وہ کِسی کے بنتے ہیں

تھا وقت بھی کم جب ہم جاتے تھے وہ پیار سے آکر ملتے تھے
اب نام مرا جب سنتے ہیں وہ رُخ کو چھپائے پھرتے ہیں

جب سامنے میرے آتے ہیں خاموش کھڑے ہو جاتے ہیں
میں شکوہ شکایت کرتا ہوں وہ ناں جی ناں جی کرتے ہیں

ہم ان کو اپنا بناتے ہیں وہ ہم سے جان چھڑاتے ہیں
یہ بات نرالی ہے یارو ہم پیار وہ نفرت کرتے ہیں

مشتاق بڑا نادان ہے تو اِتنا بھی نہیں اب تک سمجھا
وہ آنکھ مچولی کھیلتے ہیں اور ٹال مٹول میں رہتے ہیں

مشتاقؔ نہ ہو مایوس ذرا اک دن وہ ترا ہو جائے گا
یہ دُنیا ہے اس دُنیا میں حالات بدلتے رہتے ہیں

خُدارا اپنے کوچے میں قدم دو تین رکھنے دو
صدائے لن ترانی کی حقیقت کو سمجھنے دو

تڑپتا دیکھ کر مجھ کو ہنسے اور خُوب فرمایا
گرفتارِ محبت ہے اسے یُونہی تڑپنے دو

محبت کس طرح انسان کو لاچار کرتی ہے
میں سمجھاتا تو ہوں لیکن ذرا دل کو سنبھلنے دو

کفِ افسوس ملتا ہوں کف افسوس ملنے دو
یہ گاڑی جیسے چلتی ہے اسے ویسے ہی چلنے دو

کسی سے تم کو کیا مطلب نہ آنا ان کی باتوں میں
محبت کے جو دشمن ہیں وہ جلتے ہیں تو جلنے دو

وہ نکلے بن سنور کر گھر سے یُوں کہنے لگے مشتاقؔ
جو مرتے ہیں انہیں میری بلا سے آج مرنے دو

ہر جور و ستم جس کو گوارا نہیں ہوتا
وہ چاہنے والا ہی تمہارا نہیں ہوتا

جس سے انہیں منظُور کنارہ نہیں ہوتا
غمزہ نہیں ہوتا کہ اشارہ نہیں ہوتا

اللہ رے اس وقت تری یاد کا عالم
جس وقت کوئی اور سہارا نہیں ہوتا

اب زندگی رفتہ نہ رہ رہ کے پکارے
اُٹھنا تیرے در سے تو گوارا نہیں ہوتا

تو نے تو مرے دم پہ بنا دی دل بیتاب
ایسا بھی کوئی چاہ کا مارا نہیں ہوتا

اپنے بھی ہُوئے جس کی محبت میں پرائے
وہ پھر بھی کسی طرح ہمارا نہیں ہوتا

جو دم بھی حسینوں میں گزر جائے وہ بہتر
آنا کبھی دُنیا میں دوبارہ نہیں ہوتا

ساحل کی بہت فکر نہ کر اے دل کم ظرف
بحرِ غم اُلفت کا کنارہ نہیں ہوتا

آغوش تمنّا میں تو ہوتے ہیں وہ اکثر
آنکھوں ہی کو پر دید کا یارا نہیں ہوتا

مشہور ہیں کیا آپ مسیحائے زمانہ
مشتاقؔ ہی بیچارے کا چارا نہیں ہوتا

خدا وندا یہ کیسے لوگ اس بستی میں بستے ہیں
جو اپنے چاہنے والوں کو بیگانہ سمجھتے ہیں

بہت ایسے بھی ہیں جو رات دن دیدار کرتے ہیں
کوئی ایسے بھی ہیں جو دید کو ان کی ترستے ہیں

جو ہیں ناکام اُلفت میں اکیلے ایک کونہ میں!
غم فرقت میں مرتے ہیں نہ روتے ہیں نہ ہنستے ہیں

نہ جس کا دل کسی کی یاد میں رویا نہ تڑپا ہو!
نہ جانے وہ کسی کے رات دن کیسے گزرتے ہیں

انہیں کا یہ کرم ہے اور انہیں کی یہ عنایت ہے
جو مجھ سے دُور رہ کر بھی مجھے اپنا سمجھتے ہیں

تمہارے چاہنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو
تمہارا نام لے لے کر بسر اوقات کرتے ہیں

نہ مجھ سے بات کرتے ہیں نہ مجھ سے پیار کرتے ہیں
خُدا جانے وہ پھر کیونکر مرے ہی دل میں رہتے ہیں

کبھی پوچھا نہیں اس نے کبھی دیکھا نہیں اس نے
اسیران محبت کون سے زنداں میں رہتے ہیں

کسی نے آج تک ان کو نہ دیکھا ہے نہ سمجھا ہے
جو ہر ہر رنگ میں آخر نئی صُورت بدلتے ہیں

کوئی کیا جانے وہ کس اوج پر پرواز کرتے ہیں
وہ دیوانے ترے کوچے میں جو مدہوش رہتے ہیں

کوئی مشتاقؔ ان سے پُوچھ کر اتنا ہی بتلا دے
وہ کِس سے پیار کرتے ہیں کسے اپنا سمجھتے ہیں

حالات بدلتے رہتے ہیں

اس دُنیا میں اے دل والو کچھ لوگ بھی ایسے ملتے ہیں
جو ان سے محبت کرتا ہے وہ پیار سے نفرت کرتے ہیں

یہ بات میں ان سے کیسے کہوں تم کتنے پیارے لگتے ہو
یہ پیار کی باتیں وہ جانیں جو پیار کسی سے کرتے ہیں

جو بات وہ ہم سے کہتے ہیں ہم دھوکہ کھا ہی جاتے ہیں
وہ وعدہ کبھی ایفا نہ ہوا جو وعدہ وہ ہم سے کرتے ہیں

تم سے پہلے ملتے تھے اور پیار سے باتیں کرتے تھے
کیوں پیار کا رشتہ توڑ دیا سچ بات کہیں تو مرتے ہیں

ہم اس سے توقع کیا رکھیں جس دل میں نہیں احساس ذرا
کیونکہ وہ ملیں گے ہم سے بھلا جو بات بھی کرتے ڈرتے ہیں

جو غیر تھے ان کی بات ہی کیا جو اپنا تھا وہ غیر ہوا
ہم پیار کریں تو کس سے کریں اس سوچ بچار میں رہتے ہیں

اِک وہ ہیں جنہیں احساس نہیں ہم کب سے نہیں آپس میں ملے
اِک ہم ہیں جو ان کی فرقت میں دن رات سلگتے رہتے ہیں

کیا بات ہوئی کیوں روٹھ گئے کیوں مجھ کو اکیلا چھوڑ دیا
کچھ خوف خُدا کچھ رحم کرو ہم ہاتھ پھیلائے پھرتے ہیں

تم شاد رہو آباد رہو ہر حال میں تم خوش حال رہو!
اس حال میں ہم کو رہنے دو جس حال میں ہم اب رہتے ہیں

ہم ان سے محبت کر بیٹھے پچھتانے سے اب کیا ہوتا ہے
جو ہونا تھا وہ ہو ہی گیا اب دیکھئے وہ کیا کرتے ہیں

سوزِ دل سے سازِ دل

سوز دل سے ساز دل اس سوز سے بجتا رہا
میری دُنیا جل رہی تھی اور میں ہنستا رہا

اس پری رو کے تجسّس میں ہزاروں قافلے
چلتے چلتے تھک گئے اور ایک میں چلتا رہا

اس دل ناکام کی بربادیوں کو دیکھ کر
ساری دُنیا ہنس رہی تھی اور میں روتا رہا

دل میں اِک نظرِ کرم کی لے کے حسرت بار بار
ان کے کوچے میں کبھی جاتا کبھی آتا رہا

وہ کہیں مجھ کو نظر آ جائے اس اُمید پر
ہر گلی کوچے میں اس کو ڈھونڈتا پھرتا رہا

میری رسوائی کا عالم کچھ نہ مجھ سے پُوچھئے
لوگ طعنے دے رہے تھے اور میں سُنتا رہا

اس نے آنا تھا نہ آیا اور نہ آئے گا کبھی
انتظار اس بے وفا کا عُمر بھر کرتا رہا

تیری فرقت میں تری ہی یاد میں ڈوبا ہوا
سِسکیاں لے لے کے تیرا نام ہی لیتا رہا

وہ ملے گا یا نہیں اس کی خبر کچھ بھی نہیں
ایک دُھن میں اس کی خاطر رات دن پھرتا رہا

دوست ہو یا ہو وہ دشمن اپنا ہو یا غیر ہو
اس کے ملنے کے لئے ہر ایک سے مِلتا رہا

اس کی آنکھوں کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ دیکھئے
اِک نگاہِ لطف سے سارا گِلہ جاتا رہا

اللہ اللہ اس دل بے تاب کی بے تابیاں
ساری خلقت سو رہی تھی اور میں روتا رہا

کر سکا اُن سے نہ اظہارِ محبت آج تک
اپنی پستی ان کی رفعت دیکھ کر ڈرتا رہا

اس کا وعدہ آج تک وعدے کا وعدہ ہی رہا
اِک نہ اِک کرکے بہانا دل کو بہلاتا رہا

آج کل مُشتاق دُنیا میں وفا کا نام ہے
کچھ نہیں اس کے سوا دل کو یہ سمجھاتا رہا

سُن پائے اگر ہجر میں تقدیر کسی کی
باتیں ابھی کرنے لگے تصویر کسی کی

کھینچا ہے مصوّر نے تو پلٹا ہوا رُخ ہے
نقشہ مری قسمت کا ہے تصویر کسی کی

آنکھوں سے لگانا مجھے سینے سے لگانا
تحریر کسی کی ہو کہ تصویر کسی کی

غش ہونگے نکیرین بھی دیکھیں گے جو صُورت
رکھ دینا میری قبر میں تصویر کسی کی

آدھی تو مُصوّر نے کسی شکل سے کھینچی
آدھی نہ کھنچے شرم سے تصویر کسی کی

اظہارِ محبت کوئی گالی تو نہیں ہے
کیوں مُنہ سے نہیں بولتی تصویر کسی کی

چُپ چُپ نظر آئے تو جلا اور دلِ زار
دیپک کا اثر رکھتی ہے تصویر کسی کی

ان باتوں سے تھمتا ہے کوئی نالۂ شبگیر
کچھ مہرِ خموشی نہیں تصویر کسی کی

قرآن جو عارض ہے تو محراب ہے ابرو
سجدے کی سزا وار ہے تصویر کسی کی

آنکھوں کا یہ نقشہ ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
گو سادگی عین ہے تصویر کسی کی

یہ توبہ شکن آنکھ یہ معصوم سا چہرہ
مجموعۂ اضداد ہے تصویر کسی کی

ہوں فرش دل و دیدہ مشتاق نہ کیونکر
آئی ہے بڑے پیار سے تصویر کسی کی

مشتاق نے ڈالی ہے یہ کیا چیز گلے میں
حُب کا کوئی تعویذ کہ تصویر کسی کی

زندگانی کا مزا آنے لگا
ہاتھ سے صبر و سکوں جانے لگا

اس دل مجبور کی مجبوریاں
بے وفا کہنے کو شرمانے لگا

اضطراب دل جو حد سے بڑھ گیا
پھر وہی دل دل کو سمجھانے لگا

ترچھی نظروں سے دیکھنے والے
کس طرف مُنہ پھیر کر جانے لگا

آپ کی نظرِ عنایت کی قسم
دل لگانے کا مزا آنے لگا

ایک دل اک بے وفا کی یاد میں
در بدر کی ٹھوکریں کھانے لگا

اس دلِ ویراں کی ویرانی کے بعد
یہ جہاں ویراں نظر آنے لگا

آپ کو حُسنِ نظر کا واسطہ
تھام لو دل کو کہ دل جانے لگا

ایک مُجرم لے کے اُمید وفا
بے وفا کے رو برو جانے لگا

اب نہ حسرت ہے نہ کوئی آرزو
دل کے ٹکڑے کرکے وہ جانے لگا

دیکھ کر مُشتاق ان کی بے رُخی
گلشنِ اُمید مُرجھانے لگا

وہ کہتے ہیں کہ ہم پہلو چُرا جاتے تو کیا ہوتا
جو اِتنا بھی نہ اس دل میں سما جاتے تو کیا ہوتا

میرے اُجڑے ہُوئے دل میں جو آ جاتے تو کیا ہوتا
یہ اپنا گھر تھا خود آکر بسا جاتے تو کیا ہوتا

تمہاری لا اُبالی شان ایسی کونسی گھٹتی
سرِ بالیں نظر دم بھر کو آجاتے تو کیا ہوتا

تجلی دیکھ کر تو آپ کو غش آ گیا مُوسیٰ
نظر معراج کے جلوے جو آ جاتے تو کیا ہوتا

ازل سے آج تک پھر کس پہ وہ مشق جفا کرتے
فریب زندگی ہم ہی نہ کھا جاتے تو کیا ہوتا

جنہوں نے دولت تسکیں عطا کی یاد سے دل کو
وہی مُشتاق آنکھوں میں سما جاتے تو کیا ہوتا

دِل ہمارا اور ان کا روئے تاباں دیکھئے　　منہ اندھیرے سامنے مسلم کے قرآں دیکھئے
کہ دیا تھا مست ہنگام ازل جس شکل سے　　پھر اسی انداز سے میری طرف ہاں دیکھئے
خفتگان خاک چونک اٹھیں نہ سچی نیند سے　　دیکھئے اپنا خرام حشر ساماں دیکھئے
کچھ گلے تقدیر کے کچھ غیر کے کچھ آپ کے　　حشر میں اُٹھتا ہے کیا طوفاں پہ طوفاں دیکھئے
درد فرقت داغ حسرت سوزِ غم رشک رقیب　　اِک دل ناشاد میں کیا کیا ہے پنہاں دیکھئے
کیا تماشا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر شے میں ہیں　　جلوہ گر کا جلوہ گر پنہاں کا پنہاں دیکھئے

برہمن میں تو نہیں مشتاق اب وہ شان کفر
دید کے قابل ہو کب شکل مسلماں دیکھئے

◎

بڑی مدت سے جس کی جستجو ہے　　کہاں یا رب وہ میرا ماہرو ہے
زمانہ میں نہیں راحت کسی کو　　وہی ہے شاد جس کے دل میں تو ہے
جو دیکھا غور سے آیا سمجھ میں　　زمین و آسماں میں تُو ہی تُو ہے
سمجھ لے آئینہ اس کو کسی کا　　یہ اِک عالم جو تیرے رُو برو ہے
نہیں آنے دیا دل میں کسی کو　　کہ اب اس میں تمہاری آرزو ہے
سُنا جب دل کے کانوں سے تو سمجھا　　زباں پر سب کے تیری گفتگو ہے

خُدارا اب تو قدموں میں بلا لے
تیرا مُشتاق پھرتا کُو بہ کُو ہے

◎

رنج دے دے کے کسی نے مجھے ناشاد کیا　　ہائے ناشاد کیا اُف مجھے برباد کیا
پوچھتے کیا ہو میری حالت ابتر کا سبب　　قید سے آج کسی نے مجھے آزاد کیا
کیوں نہ ہر گام پہ شُکر کا سجدہ کرتا　　میرے سرکار نے جب دل سے مجھے یاد کیا
میں تو خاموش ہوں اللہ تجھے سمجھے گا　　خوب جی کھول کے تو نے مجھے برباد کیا
ذرے ذرے سے ٹپکتی ہے اُداسی کیسی　　آج شاید کسی اپنے نے مجھے یاد کیا
کِس طرح پھر مرے لب تک بھی شکایت آئی　　ضبط کرنے کو جو اس نے مجھے ارشاد کیا

بات کیا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا مشتاق
کِس نے ناشاد کیا کِس نے مجھے شاد کیا

یہ کِس کا ذکر ہوتا ہے یہ کِس کی یاد ہوتی ہے　　نئے سر سے میری دُنیائے دل آباد ہوتی ہے
بھلا کیا تو مجھے اے ناصح ناداں سکھائے گا　　محبت میں طبیعت آپ ہی اُستاد ہوتی ہے
گزر ہوتا ہے جب مرا ترے کوچے میں اے ظالم　　تو نالہ دم بخود سہمی ہوئی فریاد ہوتی ہے
تڑپ جاتی ہے جس سے انجمن سارے حسینوں کی　　وہ تیرے میرے حُسن و عشق کی رُوداد ہوتی ہے
تری فرقت میں مجھ سے اور کچھ تو ہو نہیں سکتا　　کبھی رونا کبھی ہنسنا کبھی فریاد ہوتی ہے

نہ مرنے کی اجازت ہے نہ قدموں میں بلاتے ہیں
عجب انداز سے مشتاق پر بیداد ہوتی ہے

دل کی دُنیا تباہ کرتے ہیں　　لیجئے ضبط آہ کرتے ہیں
جب وہ سیدھی نگاہ کرتے ہیں　　دل میں دُشمن کے راہ کرتے ہیں
جن کو دُنیا کہے وفا دُشمن　　ان سے بھی ہم نباہ کرتے ہیں
پھیر دیتے ہیں منہ مصیبت کا　　جِس طرف وہ نگاہ کرتے ہیں
اے بتو ہم تمہیں نہ چھوڑیں گے　　لو خُدا کو گواہ کرتے ہیں
باندھ لیں جب کمر لگاوٹ پر　　وار وہ بے پناہ کرتے ہیں
میرے مرتے ہی دیکھنا تم پر　　لوگ جو اِشتباہ کرتے ہیں
اے تصوّر میں رہنے والی شکل　　بات بھی گاہ گاہ کرتے ہیں
التفات نگاہ کے مارے　　عُمر بھر آہ آہ کرتے ہیں
کِس حسیں کا طواف اے بغداد　　روز و شب مہر و ماہ کرتے ہیں
دوستی دوستی میں اے ناصح　　کیا مرے خیر خواہ کرتے ہیں

شعر سُنتے ہیں جب ترے مشتاق
جھوم کر واہ واہ کرتے ہیں

وہ تصوّر میں آئے جاتے ہیں   داغِ دل رنگ لائے جاتے ہیں
یار سے لو لگائے جاتے ہیں   تیر پر تیر کھائے جاتے ہیں
ان سے نظریں لڑائے جاتے ہیں   اِک قیامت اُٹھائے جاتے ہیں
بن سنور کر وہ آج کیا بیٹھے   سارے عالم پہ چھائے جاتے ہیں
اللہ اللہ یہ ان کا جوشِ شباب   ہم بھی ایمان لائے جاتے ہیں
چشمِ ساقی سے کون مست نہیں   دُور سے سر جھکائے جاتے ہیں
ان کے در تک یہاں گزر کِس کا   دل کی دُنیا بسائے جاتے ہیں
ہم بھی ان کے خیال میں کیا کیا   آنکھوں آنکھوں میں کھائے جاتے ہیں
وہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتے   آئے اوسان ہائے جاتے ہیں
ان کا گھبرا کے وصل میں کہنا   میرا زانو دبائے جاتے ہیں
غیر سے کچھ کہا نہیں جاتا   دیدہ و دل پہ چھائے جاتے ہیں

میرے ساقی کی بزم سے مُشتاق
سیر اپنے پرائے جاتے ہیں

ابھی اے مرگ تیرا کام نہیں   قصۂ غم مرا تمام نہیں
کم نگاہی سے دیکھنے والے   کیا ترا اور کوئی کام نہیں
دن ہو یا رات میں سفر میں ہوں   کہیں منزل نہیں قیام نہیں
دیکھ زاہد نماز رندوں کی   کوئی سجدہ نہیں سلام نہیں
چشمِ ساقی کو دیکھ کر واعظ   بول اُٹھا یہ مے حرام نہیں
تیرے کوچے کی خاک بن جاؤں   اِتنا اونچا میرا مقام نہیں
اس کی آنکھوں سے مست ہوں مشتاق   ہاتھ میں جس کے کوئی جام نہیں

بزمِ توحید میں سنو مُشتاق
کوئی آقا کوئی غلام نہیں

دیکھئے لے جائے اب وحشت کہاں   در کسی کا اور مری قسمت کہاں
کیا پڑوں دیر و حرم کے پھیر میں   یاد سے اس کی مجھے فرصت کہاں
کیا بھلا پہنچے تمہارے راز تک   یہ ہماری عقل میں رفعت کہاں
آپ کے کوچہ سے بڑھ کر اور ہو   آپ کے پامال کی تُربت کہاں
اپنے ہاتھوں سے وہ مجھ کو تھام لیں   مجھ پہ ان کی اس قدر شفقت کہاں
رُوٹھ بیٹھوں ان سے کس اُمید پر   وہ منائیں ان کو یہ حاجت کہاں

اس کی میّت اور کاندھا ہو ترا
یہ ترے مُشتاق کی قسمت کہاں

ہچکیوں کا زور ہے لب پر کسی کا نام ہے   مرحبا اے جذبِ اُلفت خوب تو انجام ہے
حضرت واعظ ہمارا تو یہی اسلام ہے   اس بُت کافر سے پیارا اک خُدا کا نام ہے
بے تحاشہ غیر نے ان سے جو کی میری بدی   ہنس کے بولے آدمی وہ بد نہیں بدنام ہے
میکدہ ہے یہ کوئی مسجد نہیں کعبہ نہیں   آپ کا اے حضرت واعظ یہاں کیا کام ہے
بے کفن لاشہ ہے کوئی پُوچھنے والا نہیں   آپ پر جو مر مٹے اس کا یہی انجام ہے
آپ کی ہر شام بھی بہتر ہے روزِ عید سے   اور روزِ عید بھی میرے لئے تو شام ہے
خوف کیا ہو موت کی تکلیف کا اے چارہ گر   زندگی میں کون سا ایسا یہاں آرام ہے
آخر ان کے گیسوئے پُر پیچ میں دل پھنس گیا   خود سرے پن کا زمانے میں یہی انجام ہے
آزما کر ہم کو دیکھو ہم ہیں پختہ کارِ عشق   امتحاں کیا دے سکے گا غیر وہ تو خام ہے
چھوڑ کر زُلفیں رُخِ روشن پہ جب وہ سو گئے   میں نے سمجھا صبحِ ناکامی کی پہلی شام ہے
دردِ دل سے جاں بلب ہی کیوں نہ ہو کوئی غریب   اس نے دم ڈالا کہ بس آرام ہی آرام ہے
وہ صنم بھی سُن کے حالِ دردِ دل توبہ کرے   جب غلامانِ معین الدیں میں میرا نام ہے

عاشق و معشوق و عشق و شوق سے مشتق ہے یہ
واہ اے مشتاق کیا پیارا تمہارا نام ہے

خوشی کے گیت لب پر آ رہے ہیں
کسی کو ہم جو دل میں پا رہے ہیں

وہ ہم کو ہم انہیں سمجھا رہے ہیں
مزے الفت میں کیا کیا آ رہے ہیں

زمانے کا بدلتا ہو نہ نقشہ
نقابِ رُخ جو وہ سرکا رہے ہیں

انہیں کونین کی مِلتی ہے دَولت
محبت میں جو لٹتے جا رہے ہیں

کچھ ایسا رنگ ہے میری نظر کا
جدھر دیکھوں نظر وہ آ رہے ہیں

بہم مل کر سبھی محبُوب و مُشتاق
تری فرقت کے نغمے گا رہے ہیں

محبت ہے مصیبت ہی مصیبت
یہ اپنے دل کو ہم سمجھا رہے ہیں

جنازہ دیکھ کر میرا وہ بولے
محبت کرنے والے جا رہے ہیں

بحمد اللہ ترے مُشتاق کو اب
ترے ناز و ادا تڑپا رہے ہیں

دفعتاً اُبھرے جو داغ عشق سارے رات کو
اِک بلا سمجھے مریض غم تمہارے رات کو

دل کیا کرتا ہے شکوہ گردشِ ایّام کا
روز ہوتے ہیں ستاروں سے اشارے رات کو

پھر وہی اُلجھن دل بیتاب کی بڑھنے لگی
پھر تصوّر نے ترے گیسو سنوارے رات کو

تنکے چُننے کے سوا اختر شماری کے سوا
کیا کریں آخر تری فرقت کے مارے رات کو

شام تک تو ان کے آنے کی لگی رہتی ہے آس
ڈوب جاتے ہیں مگر سارے سہارے رات کو

کیا قیامت ہو جو آکر دیکھ لو تم صبحدم
جاں بلب رہتے ہیں اکثر غم کے مارے رات کو

کیا ہوا دن میں اگر مُشتاق وہ ملتے نہیں
دیکھ لیں گے ہم انہیں جمنا کنارے رات کو

اِک اسی کا پتا نہیں معلوم
اور بندے کو کیا نہیں معلوم

ان کی تصویر جب سے دیکھی ہے
ہو گیا دل کو کیا نہیں معلوم

نرم میری طرف سے دل اس کا
کب کرے گا خُدا نہیں معلوم

اس سے رکھتا ہوں میں امید وفا
جس کو رسمِ وفا نہیں معلوم

کیا کہیں کب سے تم پہ مرتے ہیں
اِبتدا اِنتہا نہیں معلوم

درد کی دل میں اِک چمک سی ہے
کون ہے رونما نہیں معلوم

ذکر پہ میرے چونک کر بولے
لاپتہ کا پتا نہیں معلوم

روز کرنا دُعائے وصل مجھے
کب سُنے گا خُدا نہیں معلوم

جب کہا میں نے وصل کب ہو گا
جل کے وہ بول اُٹھا نہیں معلوم

میری حالت کو دیکھ کر بولے
نبض کہتی ہے کیا نہیں معلوم

حیرتِ جلوہ تو ذرا دیکھو
کِس کا ہے سامنا نہیں معلوم

مَیں ہوا ان کا یا وہ میرے ہُوئے
کیسے سودا چکا نہیں معلوم

رحم کی تھی اپیل ظالم سے
کیا ہوا فیصلہ نہیں معلوم

دِل گیا ہاتھ سے کہ دِل آیا
کیا دیا کیا لیا نہیں معلوم

کِس ادا سے چلے وہ مقتل کو
آئی کِس کی قضا نہیں معلوم

میں ہُوں مشتاق جِس کا مدت سے
اس کو میرا پتا نہیں معلوم

نہ قاصد ہو نہ کوئی راز داں ہو
محبت میرے تیرے درمیاں ہو

خُدا رکھے تمہاری بات کیا ہے
حسیں ہو مہ جبیں ہو نوجواں ہو

مزا وعدوں کا ظالم آئے اسدم
کہ میرا منہ ہو اور تیری زباں ہو

خرام ناز کرتے ہیں وہ جِس جا
شہید ناز کی تُربت وہاں ہو

عشق تجھ سے جو ہم نے یار کیا
دل کی حسرت کو آشکار کیا

کیا کیا آپ نے یہ حضرت دل
سب سکوں نذر اعتبار کیا

تیری صورت کو دیکھ کر ہم نے
تجھ پہ کونین کو نثار کیا

ان کی چوکھٹ کو چوم کر ہم نے
سجدۂ شکر بار بار کیا

تم نہ اٹھو ابھی کہ جی بھر کر
ہم نے دیکھا تمہیں نہ پیار کیا

شوق سے پائمال ناز کرو
نظر انداز کیوں مزار کیا

واعظ اور مئے پہ تبصرہ رندو
تم نے بھی کس کا اعتبار کیا

دل خانہ خراب نے مشتاق
دیکھ آخر ذلیل و خوار کیا

کر نہ زحمت نظر ملانے کی
اب نہیں تاب تیر کھانے کی

بجلیاں تیرے مسکرانے کی
کیا حقیقت ہے آشیانے کی

حالِ دِل پوچھنے وہ بیٹھے تب
نہ رہی تاب جب سنانے کی

سر بلا سے مرا رہے نہ رہے
خیر ہو ان کے آستانے کی

کاش اُن کو بھی یاد آ جائے
بات گزرے ہوئے زمانے کی

مجھ کو رونا ہے دیدۂ تر کا
ان کو سوجھی ہے مسکرانے کی

وہ رہے دل میں چین سے اور ہم
خاک چھانا کئے زمانے کی

کعبہ و دیر چھوڑیئے واعظ
بات کیجیے شراب خانے کی

دل کو زندہ کرو کہ تم مردہ
بات ہے ساری لب ہلانے کی

حرفِ مطلب پہ جل کے وہ بولے
یہی باتیں ہیں مار کھانے کی

آ رہے ہیں وہ میری تربت پہ
تھی نہ اُمید جن کے آنے کی

ہو انا الحق کہ اعظم شانی
سب ہیں کڑیاں مرے فسانے کی

آپ یوں ہی ستم کئے جائیں
مجھ کو عادت ہے غم اٹھانے کی

آئیں مشتاق وہ مرے دِل میں
کب یہ قسمت غریب خانے کی

سدھ نہ پانی کی تھی نہ دانے کی
زندگی تھی تو آشیانے کی

سو رُتیں ہو چکیں زمانے کی
بے رُخی اس نے ہر بہانے کی

شام جس کی قفس میں آ کے ہوئی
ہائے وہ صبح آشیانے کی

خوئے بد را بہانہ ہا بسیار
یہ مثل تھی انہیں سنانے کی

حال روشن ہے میری آنکھوں سے
سُرخیاں دیکھئے فسانے کی

درد دل کا مرے علاج ہی کیا
خاک لا دو اس آستانے کی

غیر سے ان کو من و عن کہنا
بات ہو یا نہ ہو بتانے کی

دِل سے مشتاق ذکر ھو کیجئے
یہی کنجی ہے ہر خزانے کی

وہ شوخ میرے حال سے کچھ بے خبر نہیں
مانا کہ بے وفا ہے مگر اس قدر نہیں

یا میرے پاس نذر کو وہ دل جگر نہیں
یا میرے حال پر وہ تمہاری نظر نہیں

میں کیا ہوں کیا نہیں ہوں کدھر ہوں کدھر نہیں
اتنی تو ہے خبر کہ مجھے کچھ خبر نہیں

ہر شکل میں ہے جلوہ اسی فتنہ ساز کا
سر کس طرف جھکاؤں مجھے کچھ خبر نہیں

بدلے ہیں اس نے رنگ ہزاروں جگہ جگہ
میں کیا کہوں کہاں ہے کہاں جلوہ گر نہیں

رہنے لگے ہیں آپ مرے دل سے دُور دُور
مرغوب کیا حضور کو اپنا یہ گھر نہیں

ہمدم نہ پوچھ میری محبت کی انتہا
یہ وہ شبِ فراق ہے جس کی سحر نہیں

مدت سے ہم ہیں جس کی محبت میں مبتلا
اس کا یہ حال ہے کہ اسے کچھ خبر نہیں

اس دل میں آ بسے تو کرم سے نہ ہو بعید
مانا کہ تیری شان کے قابل یہ گھر نہیں

چھیڑے بغیر بھی نہیں بنتی حضور کی
پھر بات کیا ہے تم کو محبت اگر نہیں

مشتاق ان کے سامنے کرتا ہوں میں جو آہ
کہتے ہیں اس میں خیر سے کچھ بھی اثر نہیں

اب تو اس بُت سے آشنائی ہے — جس کی فطرت میں بے وفائی ہے
آج اس نے کرم سے دیکھ لیا — میرے اللہ تری دہائی ہے
خود سے بھی ہو گیا ہوں دارفتہ — جس گھڑی یاد اس کی آئی ہے
وہ نہ زندوں میں ہے نہ مُردوں میں — عشق کی چوٹ جس نے کھائی ہے
جب لیا نام اس نے جانے کا — مَیں نے جانا کہ موت آئی ہے
وصل احباب کی مُبارک ہو — اپنی تقدیر میں جُدائی ہے
وہ ہنسے کیا کہ کِھل گئے غنچے — گویا ان سے بہار آئی ہے
جب وہ آئے ہیں دلنوازی پر — ہر کلی دل کی مُسکرائی ہے
میری تُربت پہ ہنس کے وہ بولے — آج اس سے نجات پائی ہے
وہ گئے کیا کہ بزمِ ہستی میں — ہرطرف مُردنی سی چھائی ہے
اس کو کیا میں رہا رہا نہ رہا — جس کی مُشتاق اِک خدائی ہے

اس کو آنا ہی اب مناسب ہے
جانِ مُشتاق لب پہ آئی ہے

رات ساری جناب خُوب رہی — انتظاری جناب خُوب رہی
کِسی پہلو بھی چین آ نہ سکا — بیقراری جناب خُوب رہی
جذبۂ دل تمہیں نہ کھینچ سکا — شرمساری جناب خُوب رہی
روتے روتے سحر ہوئی آخر — اشکباری جناب خُوب رہی
حالِ دل آج تک نہیں پُوچھا — غمگساری جناب خُوب رہی
اللہ اللہ کِسی کی فرقت میں — آہ و زاری جناب خُوب رہی
سب سکُون و قرار چھین لیا — تیری یاری جناب خُوب رہی
کر دیا کُو بکُو مجھے رُسوا — پردہ داری جناب خُوب رہی
کہہ سکا وصل میں نہ دل کی بات — رات ساری جناب خُوب رہی
چشمِ میگوں کو جب سے دیکھا ہے — پھر خماری جناب خُوب رہی

قبرِ مشتاق پہ نہ تم آئے
انتظاری جناب خُوب رہی

یہ کہاں تھی میری قِسمت کہ وصالِ یار ہوتا
میری طرح کاش انہیں بھی میرا اِنتظار ہوتا

یہ ہے میرے دل کی حسرت یہ ہے میرے دل کا ارماں
ذرا مجھ سے ہوتی اُلفت ذرا مجھ سے پیار ہوتا

اِسی انتظار میں ہُوں کِسی دن وہ دن بھی ہو گا
تجھے آرزُو یہ ہوگی کہ مَیں ہمکنار ہوتا

تیرا دل کہیں نہ لگتا تجھے چین کیونکر آتا
تو اُداس اُداس رہتا جو تو بے قرار ہوتا

تیری بات مان لیتا کبھی تجھ سے کچھ نہ کہتا
میرے بے قرار دل کو جو ذرا قرار ہوتا

یہی میری بے کلی پھر میری بے کلی نہ ہوتی
جو تو دل نواز ہوتا جو تو غمگسار ہوتا

کبھی اپنی آنکھ سے وہ میرا حال دیکھ لیتے
مجھے ہے یقین ان کا یہی حالِ زار ہوتا

کبھی اُن سے جا لپٹتا کبھی ان کے پاؤں پڑتا
سر رہگزر پہ ان کی جو مرا غبار ہوتا

تری مہربانیوں سے مرے کام بن رہے ہیں
جو تو مہرباں نہ ہوتا میں ذلیل و خوار ہوتا

یہ ہے آپ کی نوازش کہ اِدھر ہے آپ کا رُخ
نہ تھی مجھ میں کوئی خوبی جو اُمیدوار ہوتا

تری رحمتوں کی وسعت سرِ حشر دیکھتے ہی
یہ پُکار اُٹھا ہے زاہد مَیں گناہ گار ہوتا

بُخدا کِس اوج پر پھر یہ ادا نماز ہوتی
ترے پائے ناز پر جب سرِ خاکسار ہوتا

جو معینؔ میرا ان سے کِسی دن ملاپ ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

وہ جتنی بھی کرتے ہیں مجھ پر جفائیں — نکلتی ہیں اتنی ہی دل سے دعائیں
وہ پھر چاہے مجھ پہ قیامت ہی ڈھائیں — مگر اپنا کہہ کر تو مجھ کو بلائیں
سنا ہے وہ رکھتے ہیں تیر و کماں بھی — چلو آج ہم بھی جگر آزمائیں
یہ ترچھی نگاہیں یہ شوخی یہ مستی — ذرا کوئی دیکھے تو ان کی ادائیں
ہمیں ان سے اُلفت انہیں ہم سے نفرت — یہ کیا ماجرا ہے وہ ہم کو بتائیں
محبت سے ہم نے جو دل دے دیا ہے — محبت سے آپ اس کو دل سے لگائیں
اگر ہے تو ہے رشکِ جنت وہ تربت — جہاں آ کے وہ اپنا جلوہ دکھائیں
کوئی ان سے روٹھے تو کس آسرے پر — انہیں کیا پڑی ہے کسی کو منائیں
یہ سب کچھ ہے موقوف مرضی پہ اُن کی — ہنسائیں ہنسائیں رلائیں رلائیں
تری اک نزاکت پہ سو بار قربان — حسینانِ عالم کی ساری ادائیں
ذرا بھی اگر قدر اُلفت ہو ان کو — تو ہرگز نہ وہ یوں مرا دل دکھائیں
بنایا ہے مشتاق جس نے بھکاری — چلو چل کے دیں اس کے در پہ صدائیں

نہ رکھ ان سے مشتاق کوئی توقع
رہ راست پر وہ نہ آئے نہ آئیں

سپنے میں کوئی آ کے جو مل جائے تو بہتر — کام اپنا یہ چوری سے نکل جائے تو بہتر
چپکے سے اگر موت ہی آ جائے تو بہتر — کانٹا تری آنکھوں سے نکل جائے تو بہتر
صد شکر کہ حاصل ہے تجھے دولتِ تسکیں — دل اپنا کسی طور بہل جائے تو بہتر
تم میرے مٹانے کے لئے کیوں نہیں آتے — حسرت ترے دل کی نکل جائے تو بہتر
دیکھا نہ کبھی تو نے محبت کی نظر سے — یہ شیوہ ترا کاش بدل جائے تو بہتر
ممکن نہیں جب تیرا رہ راست پہ آنا — یہ دل سے خلش میرے نکل جائے تو بہتر
ہر روز کے رونے سے ہر وقت کی الجھن سے — یہ سر سے بلا تیرے جو ٹل جائے تو بہتر

قسمت کا ہی لکھا ہوا ملتا ہے ہر اک کو
مشتاق کو بس تو ہی جو مل جائے تو بہتر

آج کل

کیوں پریشاں ہے طبیعت آج کل — کیا کسی سے ہے محبت آج کل
اللہ اللہ کس قدر مرغوب ہے — اس کا نقشہ اس کی صورت آج کل
دل میں حسرت ہے کہ پھر دیکھوں اسے — دل پہ ہے جس کی حکومت آج کل
سامنے اس کے نہ لینا میرا نام — دل میں رکھتا ہے کدورت آج کل
دل لگانے کا یہی انجام ہے — ہے مصیبت پر مصیبت آج کل
رازِ اُلفت اب بھلا کیسے چھپے — ہے عیاں سب پر حقیقت آج کل
رنگ تو اچھے ہیں سب دل کو مگر — بھا گئی ہے کالی رنگت آج کل

اب دل مشتاق کا حافظ خدا
لے گیا اک بے مروت آج کل

تجلی دیکھ کر اس مہ لقا کی — نظر آنے لگی قدرت خدا کی
جہاں تک ہو سکا اُس نے جفا کی — بہر صورت مگر میں نے وفا کی
نہیں سمجھا مرض میرا کسی نے — جدائی کھا گئی اِک آشنا کی
شبِ فرقت کی تنہائی میں دل کو — جو رونے سے ملی فرصت دعا کی
الٰہی خیر ہو میرے جنوں کی — محبت ہو گئی اِک بے وفا کی
چڑھائے رکھتا ہے وہ اپنے تیور — یہ ہے اِک شان میرے دلربا کی
کبھی اس نے محبت سے نہ دیکھا — نہ وعدے کی کبھی اس نے وفا کی
کرو تم شوق سے مشقِ ستم اور — مجھے عادت ہے تسلیم و رضا کی
مجھے اُلفت اسے نفرت ہوئی ہے — ذرا دیکھو یہ قدرت ہے خدا کی
لگائی آنکھ میں سرمہ بنا کر — اُٹھا کر خاک اس کے نقشِ پا کی
مجھے کیا غم مدد ہے ساتھ میرے — علی مشکل کشا شیرِ خدا کی

بنا لیتا ہے وہ اِک پل میں اپنا
نظر مشتاق اس کی ہے بلا کی

جب تک کہ مرے درد کا درمان نہ ہو گا
جانا ترے کوچے سے مری جان نہ ہو گا

قدموں میں ترے جان نکل جائے جو میری
اس جان نکل جانے کا ارمان نہ ہو گا

جا سکتا نہیں کوئی بھی در سے ترے جب تک
جاری ترے دربار سے فرمان نہ ہو گا

جس دل میں محبت نہیں لولاک لما کی
کوئی اور ہی شئے ہوگی وہ انسان نہ ہو گا

اے رحمتِ کونین بجز آپ کے میرا
آسان کبھی حشر کا میدان نہ ہو گا

ہے ذات تری باعثِ تکوینِ دو عالم
تجھ سا کوئی پیغمبر ذی شان نہ ہو گا

مُشتاق جسے ڈھونڈتی ہیں تیری نگاہیں
اُس کا تجھے مِلنا کوئی آسان نہ ہو گا

وہ جلوے نظر میں سمائے ہُوئے ہیں
کہ دیوار و در جگمگائے ہُوئے ہیں

تصوّر میں وہ آج آئے ہوئے ہیں
تخیّل کی دُنیا پہ چھائے ہُوئے ہیں

کرشمے ہیں یا رب یہ کِس فِتنہ گر کے
جو ہر ہر جگہ رنگ لائے ہُوئے ہیں

کہ دوں کِس سے اُلفت کروں کس سے نفرت
یہ نقشے سب اس کے بنائے ہُوئے ہیں

سُنائیں کسے داستانِ محبت
محبت میں اپنے پرائے ہُوئے ہیں

اثر میرے نالوں کا معلوم اُن پر
ہمیشہ کے یہ آزمائے ہُوئے ہیں

جلانے سے ہو کام اس شمع رُو کو
مگر ہم تو اب لو لگائے ہُوئے ہیں

ادھر پھر کرم اے نسیم بہاری
کہ تیرے یہ سب گل کھلائے ہُوئے ہیں

بناتے ہیں کِس کِس کو دیوانہ دیکھو
یہ گیسو بہت سر چڑھائے ہُوئے ہیں

نگاہوں نگاہوں میں وہ دل چُرا کر
نظر کِس مزے سے چُرائے ہُوئے ہیں

اِدھر بھی ذرا اک نگاہِ کرم ہو
تری بزم میں ہم بھی آئے ہُوئے ہیں

نصیب اپنے جاگے تو مشتاق مر کر
وہ تُربت پہ تشریف لائے ہُوئے ہیں

آج کل

جِس کے پھندے میں پھنسا ہے دل ہمارا آج کل
وہ نظر آتا نہیں صیاد پیارا آج کل

کیا بتاؤں اس دل بے تاب کی بے تابیاں
کر لیا ہے اس سِتم گر نے کنارا آج کل

اس ادا سے اُس نے دکھلائی مجھے اپنی جھلک
ہو گیا ہے جان سے بھی وہ پیارا آج کل

جذبۂ اُلفت نے آخر اس کو اپنا کر لیا
دُشمن جاں تھا جو کل وہ ہے ہمارا آج کل

آئینہ اس بُت کی صُورت کا بنا کر سامنے
کر رہا ہُوں قدرت حق کا نظارا آج کل

چشمِ دل سے پڑھ رہا ہوں ہر گھڑی شام و سحر
مصحفِ رُخسار جاناں کا سیپارا آج کل

اب سنوارو یا بگاڑو بات اِتنی جان لو
ہے تمہارے ہاتھ بے چارے کا چارا آج کل

اللہ اللہ اس دل مجبُور کی مجبُوریاں
کر رہا ہے جو نہ کرنا تھا گوارا آج کل

وشتِ غربت میں اکیلا چھوڑ کر وہ چل دیئے
پھر رہا ہوں مارا مارا بے سہارا آج کل

یہ نہیں معلوم تو میرا ہوا ہے یا نہیں
جان و دل سے ہو چکا ہُوں میں تمہارا آج کل

اب تو اپنا لیجئے حضرت دل مُشتاق کو
کھا رہا ہے ٹھوکریں قسمت کا مارا آج کل

کیا سے کیا دو دن میں حالت ہو گئی / دل نہ آیا اک قیامت ہو گئی
اب جو چاہیں وہ کریں مختار ہیں / ہو گئی اب تو محبت ہو گئی
چھانتا ہوں رات دن اب خاک میں / تری فرقت میں یہ حالت ہو گئی
آنکھ سے آنسو نکل سکتا نہیں / ناتوانی سے یہ صورت ہو گئی
بعد مرنے کے ہوئی مٹی عزیز / تیرے کوچے میں جو تربت ہو گئی
کیا کہوں ناصح محبت کیوں ہوئی / تم یہی سمجھو حماقت ہو گئی

آپ تو مشتاق کا چھوڑیں نہ ساتھ
ہو گئی دنیا کو نفرت ہو گئی

غم فرقت میں مر جانا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا
مزا الفت کا یوں پانا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

پس مردن جو تم سے ہو سکے تو میری تربت پر
فقط تشریف لے آنا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

نسیم صبح اس کوچے میں تو جائے تو چپکے سے
مرا دل بھی لئے جانا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

ہمارا حال تو ان کو سنانا نامہ بر لیکن
اگر پوچھیں وہ افسانا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

یہی ہے کام ہر صبح و مسا مجبور الفت کا
در محبوب پہ جانا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

یہ کوئی بات ہے مشتاق یونہی ان کے کوچے میں
کبھی جانا کبھی آنا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

جب بھی ان کا خیال آتا ہے / لب پہ حرف وصال آتا ہے
محو ہوں رات دن تصوّر میں / کیا انہیں بھی خیال آتا ہے
بے رخی ان کی دیکھ کر دل پر / ایک گونہ ملال آتا ہے
جب سے دلبستگی ہوئی ان سے / چین دل کو محال آتا ہے
جان و دل لے کے وہ رہیں انجان / یہ بھی ان کو کمال آتا ہے
زہر کھانے کو کھا ہی لوں لیکن / پھر تمہارا خیال آتا ہے
چھوڑ جاتے ہیں اپنے بیگانے / جب کسی پر زوال آتا ہے
ان سے گر مجھ کو پیار ہے ناصح / تجھ کو کیونکر ملال آتا ہے
کیوں دل و دیدہ فرش راہ نہ ہوں / میرا یوسف جمال آتا ہے
چھوڑنے کو تو چھوڑ دیں لیکن / زندگی کا سوال آتا ہے

یہ بھی مشتاق ایک عنایت ہے
گہ بگہ جو خیال آتا ہے

کیوں خود بخود جھکا ہے یہ سر کچھ نہ پوچھئے / آیا ہے کون پیش نظر کچھ نہ پوچھئے
ہر ہر قدم پہ سر کا جھکانا ہے کیوں ثواب / آتی ہے کس کی راہگذر کچھ نہ پوچھئے
اس نے نگاہ ناز سے کیا کیا لئے ہیں کام / کیونکر کیا ہے دل میں گذر کچھ نہ پوچھئے
عارض پہ اس کے زلف سیاہ دیکھنے سے کام / میرا مذاق شام و سحر کچھ نہ پوچھئے
کہتے ہیں ہم بھی دید کو موسیٰ کے طور پر / ملتا ہے کیا جواب مگر کچھ نہ پوچھئے
بس دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل گئی / کیسی پڑی کسی کی نظر کچھ نہ پوچھئے
اتنا ہے یاد اٹھ کے وہ پہلو سے چل دیئے / پھر کیا ہوا کسے یہ خبر کچھ نہ پوچھئے
پنہاں ہے کون پردۂ چشم مجاز میں / محراب و در پہ کیوں ہے نظر کچھ نہ پوچھئے
مدہوش کر کے اک نگہ التفات سے / کیا لے گئی کسی کی نظر کچھ نہ پوچھئے
اٹھ اٹھ کے بیٹھ بیٹھ کے رو رو کے ہجر میں / جس طرح کی ہے رات بسر کچھ نہ پوچھئے
جھونکا سا اک نسیم کا آ کر ہوا ہوا / حال خرام شعبدہ گر کچھ نہ پوچھئے

مشتاق ان کے جاتے ہی آنسو نکل پڑے
جو کچھ ہوا ہے دل پہ اثر کچھ نہ پوچھئے

دل آزما کے دیکھ جگر آزما کے دیکھ
تیر ادائے حُسن ہے سینے پہ کھا کے دیکھ

ہستی کو اپنی خاک میں پہلے ملا کے دیکھ
پھر چاہے جس مقام پہ جلوے خُدا کے دیکھ

یُوں تو کئے ہیں تُو نے بہت سجدے زاہدا
سر اس کے آستاں پہ بھی اِک دن جھکا کے دیکھ

روشن ہوں تجھ پہ کون و مکاں مثلِ آفتاب
خاکِ درِ حبیبؐ کا سُرمہ لگا کے دیکھ

مدت ہوئی ترستا ہے دیدار کو یہ دل
سرکا نقاب آنکھ ملا مُسکرا کے دیکھ

آہٹ پہ کان در پہ نظر لب پہ آہ سرد
اپنے مریضِ غم کا یہ عالم تو آ کے دیکھ

ممکن نہیں کہ بعد فنا بھی نہ جی اُٹھوں
آتا نہیں یقین تو ٹھوکر لگا کے دیکھ

عقدے کھلیں گے تجھ پہ محبت کے بعد میں
پہلے کسی حسین سے دل کو لگا کے دیکھ

مُشتاقؔ بحث دیر و حرم کو خُدا پہ چھوڑ
تُو اس کے حُسن و عشق کا نغمہ بجا کے دیکھ

اس ٹھنڈی ہَوا کے جھونکے سے جب یاد کسی کی آتی ہے
معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے پیغام محبّت لاتی ہے

حیران سا کچھ ہو جاتا ہوں اور ہوش و حواس اُڑ جاتے ہیں
جب سامنے میرے اے ہمدم وہ پیاری صُورت آتی ہے

جس وقت نسیمِ صُبح چلے پھر دیکھے کوئی تڑپ میری
دل ڈوبتا اور اچھلتا ہے وہ زلف جہاں لہراتی ہے

ہُوں محو تصوّر میں ان کے اب ہوش سر و پا کا کس کو
ہاں نام جب اس کا سُنتا ہوں کچھ جان میں جان آجاتی ہے

جب ان سے کچھ مطلب ہی نہیں اور عشق سے تجھ کو کام نہیں
مشتاقؔ بتا پھر شام و سحر کیوں یاد انہی کی آتی ہے

غیر کے در پہ سر جُھکا ہی نہیں
ماسوا مجھ کو سُوجھتا ہی نہیں

لے کے دل اس نے یُوں نظر پھیری
جیسے کچھ ہم سے واسطہ ہی نہیں

ہاتھ کیوں رکھ رہے ہو کانوں پہ
حال دل تو ابھی سُنا ہی نہیں

جو قیاس و گماں میں آ جائے
وہ میرے دل کا مدعا ہی نہیں

کیا سمائیں نظر میں اور حسیں
آپ سا کوئی خود نما ہی نہیں

جب حقیقت کو اپنی جان لیا
سجدہ پھر اور کو ادا ہی نہیں

عشق کا تیر کھا کے ناصح دیکھ
کچھ مزا ہے کہ کچھ مزا ہی نہیں

سینکڑوں بار آئی فصل بہار
غنچۂ دل مگر کِھلا ہی نہیں

ہائے دیوانگی جوانی کی
جان کا کچھ خیال تھا ہی نہیں

کون ساجد ہے کون ہے مسجود
یہ معمّہ کبھی کُھلا ہی نہیں

لے گیا دل چُرا کے جو مشتاقؔ
پھر وہ بیداد گر مِلا ہی نہیں

رُو برو وہ غیرت خورشید ہے
دید کے قابل ہماری عید ہے

حشر پہ موقوف جب سے دید ہے
روز کا غم روز کی اُمید ہے

آئینہ پہ آئینہ بدلا گیا
کیسا کیسا اہتمام دید ہے

اور کوئی آئے جائے کچھ نہیں
سب ہمارے واسطے تاکید ہے

لن ترانی کا نہیں موقع کلیم
یہ مدینہ ہے یہ جائے دید ہے

زیست کیا ہے اِک حجاب عارضی
موت کیا ہے دید کی تشدید ہے

یاس اے مشتاقؔ کیا انجام سے
شاہ جیلاںؓ سے بڑی اُمید ہے

جس کی محفل میں ذکرِ یار نہیں
خاک رونق نہیں بہار نہیں

کون ہے جس کو تجھ سے پیار نہیں
تجھ پہ صدقے نہیں نثار نہیں

مست آنکھوں سے تو پلائے جسے
عُمر بھر پھر وہ ہوشیار نہیں

دن ہو یا رات شام ہو کہ سحر
دل کو راحت نہیں قرار نہیں

تیری فرقت میں اے شہِ خُوباں
کون ہے جو کہ اشکبار نہیں

کس سے پوچھوں میں لطف مینوشی
بزم میں کوئی ہوشیار نہیں

میں وہ بیکس ہوں جس کا دُنیا میں
کوئی غم خوار و غمگسار نہیں

لاج رکھنا مری مرے آقا
مجھ سا کوئی گناہ گار نہیں

اس کا مُشتاق میں ہوا مجُرم
جس کی محبت کا کچھ شمار نہیں

دیکھ کر ان کی شوخیاں ہمدم
بزم میں کون بے قرار نہیں

دل میں مُشتاق کے کرو تم سیر
کِسی گلشن میں اب بہار نہیں

بات خلوت میں اِک سُنانی ہے
آپ سُن لیں تو مہربانی ہے

اشک حسرت پہ زندگانی ہے
تیری اُلفت میں خُون پانی ہے

سُن کے سینے سے تم لگاؤ مجھے
اِتنی دلکش مری کہانی ہے

ہوس دید بھی ہَوا ہو جائے
اِس قدر شور لن ترانی ہے

بات کرنی بھی ہو گئی دُشوار
اِس قدر زور ناتوانی ہے

باتوں باتوں میں دل وہ لیتے ہیں
خوش بیانی سی خوش بیانی ہے

اب تو مشتاق نے تیرے دَر پر
جان دینے کی دل میں ٹھانی ہے

مِلی فرصت جو کچھ سوزِ جگر سے
جلا دل اور آہ بے اثر سے

محبت اور تجھ سے بے خبر سے
کوئی پوُچھے ہمارے دل جگر سے

وہی خوشبُو وہی مستانہ رفتار
نسیم جانفزا آئی کدھر سے

کبھی تم نے جو کی تھیں ہم سے باتیں
وہ ہم کرتے ہیں اب دیوار و دَر سے

کِسی کی حسرتوں کا خوُن ہو گا
ٹپکتا ہے تری نیچی نظر سے

وہ میرا دِل یہ کہہ کر توڑتے ہیں
ٹلے کوئی بلا تو میرے سر سے

نظر بڑھ کر وہ جلوہ دیکھنے دے
نہیں اِتنا بھی ہوتا چشمِ تر سے

لگی رکھے گی یہ تلوار کس کی
لگا رکھی ہے جو توُنے کمر سے

جوانی موسمِ گُل اور توبہ
حماقت ہو ہی جاتی ہے بشر سے

ہوا طوفاں بپا وہ چشمِ تر سے
کہ آخر ہاتھ دھو بیٹھا ہوں گھر سے

اُتر کر دل میں کیوں دل سے اُتارا
یہ پوُچھے کون اس بیداد گر سے

زمیں ہے سنگ دل برگشتہ ہے چرخ
دُعاؤں میں اثر آئے کدھر سے

بلا سے پھُونک دے سوزِ محبت
چھُٹے تو جان آہ بے اثر سے

مرا دل ہے کہ آئینہ تمہارا
یہ کیا ہے دیکھ لو اپنی نظر سے

وہاں اس کا توقف ہے کہ ہو شام
یہاں مشتاق بیٹھے ہیں سحر سے

تجھ سے قاتل کو پیار کرتا ہُوں
دل پہ جبر اختیار کرتا ہُوں

تجھ پہ سب کچھ نثار کرتا ہُوں
شُکر پروردگار کرتا ہُوں

آپ کا اعتبار کرتا ہُوں
موت کا اِنتظار کرتا ہُوں

جس نے توڑے ہزار ہا وعدے
اِس پہ پھر اعتبار کرتا ہُوں

دیکھئے آئے کب وہ وعدہ شکن
رات دن اِنتظار کرتا ہُوں

میرے ایمان کا خُدا حافظ
آنکھیں اِس بُت سے چار کرتا ہُوں

تیرے ہر نقشِ پا پہ سجدہ شُکر
بے حساب و شمار کرتا ہُوں

نہیں سُنتا وہ بُت نہیں سُنتا
منتیں گو ہزار کرتا ہُوں

یہ معمہ نہ کھُل سکا مُشتاق
کون ہوں کِس کو پیار کرتا ہُوں

جس کے ہم مارے ہُوئے ہیں وہ سِتم گر اور ہے
چُور ہے دل جس کے زخموں سے وہ خنجر اور ہے

مستی و شوخی تو سب کچھ ہے تمہاری آنکھ میں
اِک مروت کی کمی اے بندہ پرور اور ہے

دیکھنے میں آگئے یُوں تو ھزاروں مہ جبیں
دل کو جو بے تاب کرتا ہے وہ دلبر اور ہے

سرو قد لاکھوں سہی لاکھوں سہی نازک بدن
سر سے پار تک جو قیامت ہے وہ کافر اور ہے

تجھ کو اے زاہد مُبارک زُہد و تقویٰ حُور و خلد
جو ہمارا دین و ایماں ہے وہ خود سر اور ہے

اِک ترے در کے سوا اے معدن جُود و کرم
ہم غریبوں کا سہارا کون سا در اور ہے

یُوں تو ہے لطف و کرم سے ان کے دُنیا شاد کام
مہر کی لیکن نظر مُشتاق تم پر اور ہے

وہ اپنی شانِ حُسن دکھا کر چلے گئے
ذرّوں کو آفتاب بنا کر چلے گئے

محبت کے ایسے کونسے خواہاں تھے عشق باز
وہ تو کسی کی چال میں آکر چلے گئے

رستم رہا جہاں میں نہ سہراب رہ گیا
سب اپنا اپنا زور جتا کر چلے گئے

میدان رات بعد تہجد ملا جو صاف
زاہد بھی میکدے سے اڑا کر چلے گئے

یہ بھی بڑا کرم کہ ہمارے مزار پر
دو چار اشک ہی وہ بہا کر چلے گئے

ان کی نگاہِ لطف پہ قربان جایئے
دل کی لگی جو اور بڑھا کر چلے گئے

ہم لاکھ لاکھ منت و زاری کیا کئے
دامن وہ پھر بھی صاف چھڑا کر چلے گئے

دل جوئی پر جو آئے تو یہ لطف دیکھئے
غیروں کو بھی وہ اپنا بنا کر چلے گئے

کیا ان سے مل کے آئے تھے جھونکے نسیم کے
مشتاق کی جو خاک اُڑا کر چلے گئے

دل سوزاں سے وہ دست تسلّی دور ہی کیا تھا
مگر اس کو جلانے کے سوا منظور ہی کیا تھا

انہیں حیران کرنے کے سوا منظوُر ہی کیا تھا
وہ برقِ طوُر ہی کیا تھی وہ نخل طوُر ہی کیا تھا

کِسی کافر نے اپنے دَرد کی دولت عطا کر دی
وگرنہ مجھ خدائی خوار کا مقدور ہی کیا تھا

نہ جانا عشق میں پہلے قدم پر سر ہی جاتا ہے
دل ناکردہ الفت واقف دستور ہی کیا تھا

نگاہوں سے بھی غائب ہوگیا کوئی تو ہوش آیا
کہ ان کم بخت ہاتھوں سے وہ دامن دور ہی کیا تھا

تمہارے عہد سے پہلے کسے تھا درد ناکامی
تمہاری یاد سے پہلے کوئی رنجور ہی کیا تھا

سلام اس پر کہ جا کر رات میں دیدار کر آیا
کلیم اللہ کا وہ ماجرائے طوُر ہی کیا تھا

توفیق محبت کیا دیدار کی دولت کیا
سب تیری عنایت ہے میں کیا مری نسبت کیا

مشکل سے ترے در تک پہنچا جو گدا تیرا
یہ پھیر تھا قسمت کا منزل کی طوالت کیا

اپنوں سے بھی دُنیا میں کرتا ہے کوئی پردہ
ہم آپ کے بندے ہیں چھُپنے کی ضرورت کیا

جب بار ندامت سے جھکتی ہے ذرا گردن
کہتا ہے کرم تیرا عصیاں کی حقیقت کیا

تجھ کو ہی نہ جب دیکھیں آنکھیں تو کسے دیکھیں
جب تو نہ نظر آئے پھر زیست کی صوُرت کیا

تا حشر تو اے ساقی میخانہ میں رہنے دے
دو روز میں بھرتی ہے مشتاق کی نیت کیا

چپکے چپکے

چپکے چپکے رات کو صورت دکھا کر چل دیئے ۔۔۔ بے رُخی سے آگ سینے میں لگا کر چل دیئے
آئے کیا آکر نہ پوچھا اس دلِ بسمل کا حال ۔۔۔ اپنی شانِ حسن کا جلوہ دکھا کر چل دیئے
میں نے جب حسرت بھری نظروں سے حالِ دل کہا ۔۔۔ اِک نئے انداز سے وہ مُسکرا کر چل دیئے
دل تڑپتا رہ گیا اِک مُرغِ بسمل کی طرح ۔۔۔ وہ ادا و ناز سے خنجر چلا کر چل دیئے
جن کی اِک نظرِ کرم پر منحصر تھی زندگی ۔۔۔ دیکھ کر مُنہ پھیر کر تیور چڑھا کر چل دیئے
بزمِ جاناں تک رسائی یہ کہاں تقدیر میں ۔۔۔ ان کے ہم نقشِ قدم پر سر جھکا کر چل دیئے
یہ سُنا ہے بعد میں وہ بھی پریشاں ہو گئے ۔۔۔ جب انہیں ہم ماجرائے دل سُنا کر چل دیئے
جان و دل قُربان ان پر جو نگاہِ ناز سے ۔۔۔ دل میں میرے اک نئی دُنیا بسا کر چل دیئے
میں تھا مصروفِ فغاں چپکے سے آکر مرے پاس ۔۔۔ اپنے پائے ناز سے ٹھوکر لگا کر چل دیئے

جن کی ہیں مشتاقؔ آنکھیں یہ کرشمہ دیکھ لیں
رنگ میں بے رنگ کی صُورت دکھا کر چل دیئے

بڑے بے مروت بڑے بے وفا ہو ۔۔۔ مگر دل کے لینے میں تم اِک بلا ہو
فقط میں نہیں کہہ رہی ہے یہ دُنیا ۔۔۔ حسیں مہ جبیں اور تم مہ لقا ہو
محبت کی کشتی بھنور میں پھنسی ہے ۔۔۔ بچا لو بچا لو مرے ناخُدا ہو
اڑا کر مری خاک ہنس کر وہ بولے ۔۔۔ سزاوارِ اُلفت کا یا رب بھلا ہو
نشاں کیسے اس کا ملے گا کِسی کو ۔۔۔ محبت میں جو آپ کی مرمٹا ہو
بھلا کوئی کیسے انہیں بھول جائے ۔۔۔ نظر میں جو دل میں سمایا ہوا ہو
مزا تب ہے ان سے نہ ہو بات کوئی ۔۔۔ فقط اِک اشارے سے مطلب ادا ہو
تری بے رُخی پر تری اس ادا پر ۔۔۔ مری جان کیا میرا سب کچھ فِدا ہو
میں اس کے سوا کیا کہوں اور پیارے ۔۔۔ دغا باز ہو اور نا آشنا ہو
نہ کافر نہ مومن نہ ہندو نہ مُسلم ۔۔۔ ہر اک رُوپ میں خود ہی جلوہ نما ہو

ہو مُشتاقؔ تم دیکھنے میں تو اِنساں
خُدا جانتا ہے حقیقت میں کیا ہو

اپنی غربت سے تری شان سے ڈر لگتا ہے ۔۔۔ آپ سے حُسن کے سُلطان سے ڈر لگتا ہے
جی تو چاہتا ہے ترے عشق کو افشا کر دُوں ۔۔۔ تیری عزّت سے تری آن سے ڈر لگتا ہے
دیدہ دانستہ جو انجان بنا بیٹھا ہو ۔۔۔ ایسے انجان سے نادان سے ڈر لگتا ہے
رہروِ راہ محبّت کا خُدا حافظ ہو ۔۔۔ اس خطرناک بیابان سے ڈر لگتا ہے
رنگ بدلے گی یہ فرقت میں نہ جانے کیا کیا ۔۔۔ اے خُدا اب مجھے اس جان سے ڈر لگتا ہے
پھر نہ پھر جائے کہیں مجھ سے عنایت کی نظر ۔۔۔ اس نئے عہد سے پیمان سے ڈر لگتا ہے
دفعتاً اس نے جو روکا ہے جفاؤں سے ہاتھ ۔۔۔ ہائے اس زود پشیمان سے ڈر لگتا ہے
قہر کی مجھ پہ نظر ہو کہ عنایت کی نظر ۔۔۔ اس بُتِ شوخ کی ہر شان سے ڈر لگتا ہے
وہ تو مائل بہ کرم ہو ہی گئے ہیں لیکن ۔۔۔ مجھ کو بدلے ہُوئے نادان سے ڈر لگتا ہے
نام سنتے ہی مرا مجھ سے لپٹ کر بولے ۔۔۔ مجھ کو اس حشر بداماں سے ڈر لگتا ہے
اے محبّت کے پرستار سنبھل کر چلنا ۔۔۔ راہِ اُلفت میں ہر اک آن سے ڈر لگتا ہے
کس قدر پاس ہے رُسوائی کا اپنی ان کو ۔۔۔ راہ میں ملنے سے پہچان سے ڈر لگتا ہے
توڑتے ہیں وہ مرا دل یہ سُنا کر مجھ کو ۔۔۔ مجھ کو دو روز کے مہمان سے ڈر لگتا ہے
بات اِتنی سی تھی پہنچی کہاں تک یا رب ۔۔۔ ایسے بڑھتے ہُوئے طوفان سے ڈر لگتا ہے

اس کی رحمت کی کوئی حد ہی نہیں ہے مشتاقؔ
اپنی ہی تنگیٔ داماں سے ڈر لگتا ہے

تری فرقت میں کوئی مرتا ہے ۔۔۔ رات دن تیری راہ تکتا ہے
یاد جس وقت تیری آتی ہے ۔۔۔ اشک بہتے ہیں دل دھڑکتا ہے
لاکھ منظر دکھائے آنکھوں نے ۔۔۔ دل کہیں بھی نہیں بہلتا ہے
دیکھ تو لو نظر اُٹھا کے ذرا ۔۔۔ کوئی دُنیا سے کوچ کرتا ہے
رُخ سے پردہ اٹھاؤ پھر دیکھو ۔۔۔ کون جیتا ہے کون مرتا ہے
یاد آتا ہے جب ترا جانا ۔۔۔ وقت مشکل سے پھر گزرتا ہے

تیغِ ابرو پہ تل نہیں مشتاقؔ
حَبَشی کوئی رقص کرتا ہے

میرے ان کے درمیاں جو عہد و پیماں ہو گئے
اللہ اللہ مجھ پہ کتنے ان کے احساں ہو گئے

کیا بتاؤں تجھ کو ناصح اس بُت طناز کا
اس کے ہر ناز و ادا پر ہم تو قرباں ہو گئے

آئینہ خانے میں جا کر جب نظر ان کی پڑی
دیکھتے ہی اپنی صُورت خود پریشاں ہو گئے

دیکھ لی ظالم نے جب حالت شہید ناز کی
اپنے جورِ ناروا سے پھر پشیماں ہو گئے

اس نے آخر کر لیا اقرارِ اُلفت اِس طرح
سر جھکا کر مُسکرا کر کہہ دیا ہاں ہو گئے

آ گئے جب اس بت کافر کی بزم ناز میں
بے کہے بے سوچے سمجھے ہم مُسلماں ہو گئے

بزم میں جب گالیاں مجھ کو عدو دینے لگا
کہہ تو کچھ سکتے نہ تھے لیکن پریشاں ہو گئے

اس کا اندازِ تکلّم تھا کچھ ایسا دلفریب
داغ جو سینے میں پنہاں تھے نمایاں ہو گئے

خط نہ لکھا اب تلک اور بات بھی اب تک نہ کی
کرکے جو وعدہ گئے شاید پشیماں ہو گئے

پھیر لی ہیں مجھ سے آنکھیں اس بُت بے مہر نے
پل ہی پل میں دل میں پیدا کتنے ارماں ہو گئے

کیسے پھر سکتا ہے وہ مشتاق اپنے قول سے
جبکہ ضامن درمیاں سُلطان جیلاںؒ ہو گئے

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

پھُول تو ہیں مگر بہار نہیں
بادہ رنگیں ہے اور خمار نہیں

اس نے تیر نظر کا وار کیا
ہائے افسوس دل کے پار نہیں

ان کے آنے کی ہے خبر لیکن
زندگانی کا اعتبار نہیں

آمنا سامنا تو ہوتا ہے
اپنوں جیسا مگر پیار نہیں

مَیں وہ بیکس ہوں جس کا دُنیا میں
کوئی غم خوار و غمگسار نہیں

اِک ہیں وہ جن سے پیار ہے تم کو
ایک ہم ہیں کہ ہم سے پیار نہیں

پل کی پل رونقیں یہ ساری ہیں
اس جہاں میں سدا بہار نہیں

کون سی بات کا کروں شکوہ
اِک نہیں دو نہیں ہزار نہیں

چھوڑیئے کیسی باتیں کرتے ہو
صاف کہہ دو کہ تم سے پیار نہیں

دیکھنا دیکھ کر قدم رکھنا
دل کے ٹکڑے ہیں یہ غبار نہیں

ذرّے ذرّے میں اس کے جلوے ہیں
کون سی جا پہ آشکار نہیں

آج مشتاق، ماجرا کیا ہے
چشم پُرنم ہے اشکبار نہیں

بحر الفت میں غرق ہے مُشتاق
نام کا بھی کہیں مزار نہیں

تعلق ہو گیا اس آستاں سے
مجھے اب کیا غرض کون و مکاں سے

سمائی جِس کے دل میں یاد تیری
ہوا آزاد قید دو جہاں سے

تلاش یار میں جو مِٹ گیا ہو
اسے کیا واسطہ نام و نشاں سے

تیری ہستی کو کیونکر کوئی سمجھے
بہت برتر ہے تو وہم و گماں سے

بجز اس کے نہیں موجُود کوئی
اگر دیکھے کوئی چشمِ نہاں سے

مری روداد غم سُن کر وہ بولے
مزا ملتا ہے تیری داستاں سے

نہیں تھمتی روانی آنسوؤں کی
یہ سیلاب بلا آیا کہاں سے

مٹے سب وہم باطل دل سے مشتاق
پڑا جب واسطہ پیرِ مغاں سے

اے جانِ مَن

کیجئے لُطف و کرم اے جانِ مَن
تا بکے جور و سِتم اے جانِ مَن

بزم میں ہم آپ کی پھر آ گئے
لے کے اُمید کرم اے جانِ مَن

آپ تو کرکے تعلق منقطع
شاد ہیں ناشاد ہم اے جانِ مَن

توڑ دو تم ہم نہ توڑیں گے کبھی
ہم نے کھائی ہے قسم اے جانِ مَن

کر لو اقرارِ محبت پھر ذرا
ہیں بہت غمناک ہم اے جانِ مَن

ہم نے اظہارِ محبت یُوں کیا
آپ کا ہوگا کرم اے جانِ مَن

زندگی کا لُطف پھر آ جائے گا
ایک ہو جائیں جو ہم اے جانِ مَن

ہم پریشاں حال ہیں برباد ہیں
کیجئے کچھ تو کرم اے جانِ مَن

آپ کی آمد سے یہ ویراں کدہ
بن گیا باغِ ارم اے جانِ مَن

چشم میگوں آپ کی مدہوش ہم
کیا یہی ہے جامِ جم اے جانِ مَن

پھر کھلیں گے راز سربستہ تمام
جان سے گزرے جو ہم اے جانِ مَن

جو بھی چاہیں دیجئے اب فیصلہ
ہے سرِ تسلیم خم اے جانِ مَن

سر کے بل جا کر گرے اس جا سے ہم
رہ گیا جب اِک قدم اے جانِ مَن

دیکھ کر یہ آنکھ تیری نیم باز
مست ہیں سرشار ہم اے جانِ مَن

اِک نہ اک دن آپ خود آ جائیں گے
توڑ کر اپنی قسم اے جانِ مَن

دیکھ لیں وہ سامنے آتا ہے کون
سر جھکائے صبح دم اے جانِ مَن

جس قدر ممکن ہو جلد آ جائیے
رہ گیا ہے وقت کم اے جانِ مَن

عشق میں آتا ہے اک ایسا مقام
جس جگہ پر ہم نہ تم اے جانِ مَن

تم کسی صورت نہ میرے بن سکے
کھا رہا ہے اِک یہ غم اے جانِ مَن

سیدھے منہ تم بات بھی کرتے نہیں
کیا یہ کھائی ہے قسم اے جانِ مَن

کون سُنتا ہے سُنائیں ہم کسے
اپنی رودادِ الم اے جانِ مَن

ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی خبر
ہو گیا ہوں ایسا گم اے جانِ مَن

پُوچھتے ہو مجھ سے اب کیا حال ہے
پھیر کر نظرِ کرم اے جانِ مَن

تم جہاں چاہو وہاں چھپتے پھرو
ڈھونڈ لیں گے تجھ کو ہم اے جانِ مَن

ہے تمنّا اب دلِ مشتاق کی
زندگی گزرے بہم اے جانِ مَن

اِن دنوں

بڑھ رہی ہے بے قراری ان دنوں
چپکے چپکے اشکباری ان دنوں

وہ نہ آتے ہیں نہ آئیں گے کبھی
ہر گھڑی ہے انتظاری ان دنوں

توڑ کر عہد وفا وہ شاد ہیں
اور ہمیں ہے شرمساری ان دنوں

بات جو بھی ہے وہ کہہ دو صاف صاف
ہم سے کیوں ہے پردہ داری ان دنوں

اس نے کس انداز سے دیکھا مجھے
پا رہا ہوں اک خماری ان دنوں

اس کی چشمِ مست شہلا نیم باز
جان سے بھی ہے پیاری ان دنوں

دیکھ کر اس بت کی صُورت رات دن
ہے زباں پر حمد باری ان دنوں

پوچھئے مت غمزدوں کی داستاں
رات دن ہے آہ و زاری ان دنوں

اب گلے شکووں کی گنجائش نہیں
توڑ دی جب اس نے یاری ان دنوں

لاکھ دشمن ہوں تو ہوں کچھ غم نہیں
جب کہ ہے اس بُت سے یاری ان دنوں

بات کیا مشتاق ہے یہ کِس لئے
کر رہے ہیں غمگساری اِن دنوں

کچھُ یاد ہے

وقت رُخصت کیا ہوا کچھ یاد ہے
کیسے بچھڑے ہم بھلا کچھ یاد ہے

مُنہ سے جب نکلا کہ اچھا الوداع
چشمِ تر سے کیا گرا کچھ یاد ہے

عید کے دن کیا ہُوئی تھی گفتگو
کیا گلے مل کر کہا کچھ یاد ہے

اجنبیت کا حجاب کیسے اُٹھا
منہ سے فرماؤ ذرا کچھ یاد ہے

اس قدر اب بے رُخی اچھی نہیں
میں وہی ہُوں آشنا کچھ یاد ہے

تم تو کہتے تھے مری تم جان ہو
کیا یہ سچ میں نے کہا کچھ یاد ہے

چپکے چپکے رات کو آنا تیرا
اور دبانا ہاتھ کا کچھ یاد ہے

پھیر لی ہیں تو نے آنکھیں کِس لئے
کیا یہی تھا فیصلہ کچھ یاد ہے

آنکھوں آنکھوں میں اشارے کیا ہوئے
کیا دیا اور کیا لیا کچھ یاد ہے

ہم نہ بچھڑیں گے کبھی تا عُمر بھر
یہ بھلا کِس نے کہا کچھ یاد ہے

جس ادا و ناز سے سودا کیا
اس دلِ مشتاق کا کچھ یاد ہے

پیار کی گھنٹی

فرقت کے جو صدمے سہتے ہیں خاموش پریشاں رہتے ہیں
سُنتے ہیں نہ وہ کچھ کہتے ہیں اک آگ میں جلتے رہتے ہیں

دن رات جو آہیں بھرتے ہو کیا تم بھی کسی پہ مرتے ہو
جو بات ہے سچی کیوں نہیں کہتے ہم تم سے محبت کرتے ہیں

اقرار محبت وہ نہیں کرتے انکار محبت ہم نہیں کرتے
یہ بات نرالی ہے یارو ہم کیا اور وہ کیا کرتے ہیں

بے شک مجھ سے دُور ہو تم میں جانتا ہوں مجبُور ہو تم
جب پیار کی گھنٹی بجتی ہے پھر پیار سے باتیں کرتے ہیں

ہر روز تماشہ ہوتا ہے دل خُون کے آنسو روتا ہے
اِک یاد تمہاری ایسی ہے ہم جس سے زندہ رہتے ہیں

کیوں دل میں چھپائے رکھتے ہو سچ بات کہو کیوں ڈرتے ہو
ہم ان سے محبت کرتے ہیں وہ ہم سے محبت کرتے ہیں

تم ڈھونڈ پھرے ہو ارض و سما، تم کو نہ ملا ہے اس کا پتہ
آ تجھ کو دکھاؤں دیکھ ذرا وہ دل میں ہمارے رہتے ہیں

فرقت میں تیری ہم مر ہی گئے اتنی بھی خبر تم کو نہ ہوئی
تم خود ہی ذرا انصاف کرو کیا پیار اِسی کو کہتے ہیں

کیوں آنا جانا چھوڑ دیا کیوں مکھڑا ہم سے موڑ لیا
کیوں عہد وفا کو توڑ دیا کیا رسمِ وفا اسے کہتے ہیں

جب کالی گھٹائیں اُٹھتی ہیں برسات کی راتیں ہوتی ہیں
سب سُکھ کی نیند میں سوتے ہیں اک ہم ہی تڑپتے رہتے ہیں

مشتاقؔ ذرا تُو غور تو کر کیا تجھ میں ہے خُوبی کیا ہے ہُنر
یہ محض کرم ہے ان کا جو سینے سے لگائے رکھتے ہیں

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

اے صنم تیرے نہ آنے کی قسم کھاتا ہوں میں — اس دلِ بیتاب کو دن رات سمجھاتا ہوں میں
کیسی آنکھیں پھیر لیں انجان کیسے بن گئے — دیکھ کر ان کی طرف حیران ہو جاتا ہوں میں
دُور ہوتے ہوتے آخر دُور اِتنے ہو گئے — دل میں رکھ کر پھر بھی اُنکو دُور ہی پاتا ہوں میں
آپ اپنی آنکھ سے آ کر کسی دن دیکھ لیں — ابر نیساں کی طرح برسات برساتا ہوں میں
جبکہ ملنے کی کوئی صُورت نظر آتی نہیں — لے کے پھر تصویر ان کی دل کو بہلاتا ہوں میں
کیا کروں اس کے سوا کچھ اور تو ہوتا نہیں — یاد جب آتے ہیں وہ آنسو بہا لیتا ہوں میں
وہ گلے شکوے گئے وہ پیار کی باتیں گئیں — اب تو ان کو دُور سے ہی دیکھتا رہتا ہوں میں
رسمِ اُلفت توڑ کر قطع تعلق کر لیا — ایسے لوگوں سے محبت کر کے پچھتاتا ہوں میں
کیا کہوں کس سے کہوں اب کون سُنتا ہے مری — جس طرف بھی دیکھتا ہوں غیر ہی پاتا ہوں میں
کچھ تو بتلا دے ذرا آخر معمّہ ہے یہ کیا — سامنے آتے ہیں وہ بے چین ہو جاتا ہوں میں
اس چمن کی ہر کلی ہر پھُول ہر ہر رنگ میں — حسن مطلق کا کرشمہ دیکھتا جاتا ہوں میں
یاد رفتہ دل میں لے کے اس کی بزم ناز میں — دل دبائے سر جھکائے یوں چلا جاتا ہوں میں

خُوب ہی اچھا کہا مُشتاقؔ جس نے یہ کہا
بے وفا کہتے ہیں تجھ کو اور شرماتا ہوں میں

گفت یارم کہ خواہم یک شبے — گفتم او را در شبے غمہا بسے
من نمی خواہم ترا دادم غمے — بلکہ خواہم ہر زماں بے غم بدے
شب بود دائم برائے عاشقاں — نے برائے مردمان بے دلاں
تو نئی عاشق نہ مُشتاق کسے — پس چرا خواہی زمن تو یک شبے
رنج و غم باشد غذائے عاشقاں — عاشقاں در رنج و غمہا شادماں
از محبت تو چرا بیگانۂ — مرد فرزانہ نئی دیوانۂ
از محبت عقدہا حل می شود — وز محبت میل از دل می رود
تا توانی باش دائم با وفا — آنکہ می بینم نہ ایں زیبد ترا
مرد باشی یا کہ زن تو خود بگو — آنچہ ہستی حق بگو خامش مشو
مرد آں باشد کہ باشد با وفا — بر چنیں مردے بود فضل خدا
با تعلق زندگی را کُن بسر — بے تعلق زیستن پُر از خطر
طوطہ چشمی بے رُخی چوں خوئے تو — چوں کنم در حیرتم پس خود بگو
گشتہ ام واقف ز پیچا پیچ تو — اے دلا از پیچ او بے غم مشو

محبت

اللہ کا دیدار کراتی ہے محبت
شاہِ کونینؐ کا دربار دکھاتی ہے محبت
تخلیق کا منشاء نظر آتی ہے محبت
اِک پل میں خُدا سے بھی ملاتی ہے محبت
جب سازِ حقیقت کو بجاتی ہے محبت
جب وہم دُوئی دل سے مٹاتی ہے محبت
ایک سے دو سے نہیں آنکھ ملاتی ہے محبت
ہر شکل میں دلکش نظر آتی ہے محبت
جب پردہ تعین کا اُٹھاتی ہے محبت
غیریت طرفین مٹاتی ہے محبت
جب نام و نشان اپنا مٹاتی ہے محبت
ہر رنگ میں شان اپنی دکھاتی ہے محبت
ہر آن نئے موڑ پہ لاتی ہے محبت
بے کلی دل کی مرے اور بڑھاتی ہے محبت
اعجازِ نظر اپنا دکھاتی ہے محبت
سوتے ہوئے ہر دل کو جگاتی ہے محبت
جب تال کو سُردار بناتی ہے محبت
جب ناز و ادا اپنے دکھاتی ہے محبت
سامنے بیٹھ کے جب دل کو چراتی ہے محبت
انسان کی توقیر بڑھاتی ہے محبت
گرتے ہُوئے انسان کو اُٹھاتی ہے محبت
امتحاں پہلے محبت کا کراتی ہے محبت
ہر بات پہ سر اپنا جھکاتی ہے محبت
ہر چال محبت کی سکھاتی ہے محبت
ساون کی گھٹا بن کے جو آتی ہے محبت

ہر بار نیا رُوپ دکھاتی ہے محبت
یاد ان کی شب و روز دلاتی ہے محبت
جب کبھی حُسن کی بات اُٹھاتی ہے محبت
رنج و غم حسرت و ارمان مٹاتی ہے محبت
جب قصۂ غم اپنا سُناتی ہے محبت
جذبۂ شوق کچھ اس طرح بڑھاتی ہے محبت
اعجاز مسیحائی دکھاتی ہے محبت
جو کام نہ کرنا ہو کراتی ہے محبت
جب آنکھ سے آنکھ اپنی لڑاتی ہے محبت
اِک حرف بھی لب پہ نہیں لاتی ہے محبت
مُنہ مانگی مرادیں بھی دلاتی ہے محبت
اغیار سے منہ اپنا چھپاتی ہے محبت
نادانوں کو دانائی سکھاتی ہے محبت
ہر طرح سے کام اپنا چلاتی ہے محبت
ماتھے پہ تلک سُرخ لگاتی ہے محبت
سر اپنا جو کربلا میں کٹاتی ہے محبت
گلشن حسن کی جب سیر کراتی ہے محبت
اپنے نادان کو یُوں اپنا بناتی ہے محبت
سچ بات یہ ہے حق سے ملاتی ہے محبت
فرش پہ عرش کی سیر کراتی ہے محبت
کونین کی زینت کو بڑھاتی ہے محبت
کِس شان سے معراج کراتی ہے محبت
توحید کا پھر رنگ جماتی ہے محبت
ہر رنگ کو ایک رنگ میں لاتی ہے محبت
جِس روپ میں ہو دل کو لبھاتی ہے محبت

جب وصل کی شب یاد دلاتی ہے محبت
پہلے اقرار محبت کا کراتی ہے محبت
ظالم کو بھی اس وقت رلاتی ہے محبت
دل کی طاقت سے جو اک ضرب لگاتی ہے محبت
نہ کسی غیر کی سُنتی ہے نہ سُناتی ہے محبت
گھر بار بھی اپنا یہ چھڑاتی ہے محبت
اپنی رو داد محبت جو سناتی ہے محبت
دل سے دل آنکھ سے آنکھ ملاتی ہے محبت
فرقت کے مزے خُوب چکھاتی ہے محبت
اِک پل بھی نہیں ان کو بھلاتی ہے محبت
لے کے تصویر تیری سامنے آتی ہے محبت
جبکہ آغوش محبت میں لے آتی ہے محبت
پھر خُون کے اشک ان کو رولاتی ہے محبت
کچے دھاگے سے اسے کھینچ کر لاتی ہے محبت
دل پژمردہ کو ایک پل میں جلاتی ہے محبت
انسان کو مجنوں بھی بناتی ہے محبت
بے کیف کو پُر کیف بناتی ہے محبت
ہر بات نظر ہی سے بتاتی ہے محبت
بگڑی ہوئی تقدیر بناتی ہے محبت
اور اپنوں کو سینے سے لگاتی ہے محبت
داناؤں کو نادان بناتی ہے محبت
جو چاہتی ہے سو کر کے دکھاتی ہے محبت
یوں حُسن کی شوخی کو بڑھاتی ہے محبت
توقیر حُسینؓ ایسے بڑھاتی ہے محبت

ہر رنگ میں پھر خود نظر آتی ہے محبت
اور دونوں کو آپس میں ملاتی ہے محبت
پھر خود ہی حقیقت نظر آتی ہے محبت
انسان کو انسان بناتی ہے محبت
آداب محبت بھی سکھاتی ہے محبت
سامنے غیر کو سینے سے لگاتی ہے محبت
کافر کو مُسلمان بناتی ہے محبت
ہنستے ہُوئے انسان کو رلاتی ہے محبت
سو جان سے گرویدہ بناتی ہے محبت
ایسی چوری کا پتہ خاک بتاتی ہے محبت
شاہین کی پرواز اُڑاتی ہے محبت
کھوئی ہوئی توقیر دلاتی ہے محبت
پھر محبت کا پرستار بناتی ہے محبت
ہر خواہش دل سر سے مٹاتی ہے محبت
بے کار کو ہوشیار بناتی ہے محبت
ایسے آغاز محبت کا کراتی ہے محبت
فرقت کی تپش دل سے بجھاتی ہے محبت
چکر تیرے کوچے کے لگاتی ہے محبت
پھر سرِ عام اسے خُوب نچاتی ہے محبت
جب چیر کے دل اپنا دکھاتی ہے محبت
اُف یہ اُف ہائے یہ ہائے کراتی ہے محبت
اپنی من مانی ہر اک بات پہ کراتی ہے محبت
بے یار و مددگار پھراتی ہے محبت
دل سے سلطان کو غم خوار بناتی ہے محبت

نقاب رُخ سے ہٹاؤ تو کوئی بات بنے
جمالِ ناز دکھاؤ تو کوئی بات بنے

تجلیات کا مرکز ہیں حُسن کی نظریں
نظر سے تیر چلاؤ تو کوئی بات بنے

تمہارے دل کی سُنے گا خُدائے لم یزل
جبینِ ناز جھکاؤ تو کوئی بات بنے

دلِ حزیں کو میسّر کبھی سکوں نہ ہوا
شرابِ عشق پلاؤ تو کوئی بات بنے

کھڑے ہیں در پہ ترے کاسۂ مُراد لئے
براتِ حسُن لٹاؤ تو کوئی بات بنے

کبھی دلا نہ سکو گے اُسے یقیں مشتاق
یہ سینہ چیر دکھاؤ تو کوئی بات بنے

تیرا تبسّم

ہوئی ہے نہ ہو مجھ سے اُلفت تمہاری
مزا دے رہی ہے یہ نفرت تمہاری

کیا ہے ہر اک کو گرفتارِ گیسو
عجب رنگ لائی ہے رنگت تمہاری

کچھ اس شان سے تو نے خود کو چھپایا
نظر آئی کثرت میں وحدت تمہاری

مزے لے رہا ہوں مزے دے رہی ہے
یہ خلوت تمہاری یہ جلوت تمہاری

جدھر دیکھتا ہوں جسے دیکھتا ہوں
نظر آئی ہے اس میں صُورت تمہاری

حجاب اٹھتے اٹھتے حجاب اُٹھ گئے ہیں
فقط رہ گئی ایک وحدت تمہاری

کبھی غور اس پہ بھی تُو نے کیا ہے
یہ صُورت تمہاری یہ صُورت تمہاری

تعیّن تکثّر یہ ہے ایک پردہ
حقیقت جو ہے وہ ہے وحدت تمہاری

کیا غور بے حد مگر کچھ نہ سمجھا
یہ کیوں کر ہے مجھ پہ عنایت تمہاری

نہیں ہے نہیں کوئی دُنیا میں اپنا
کروں کس کے آگے شکایت تمہاری

یہ تیری روش کر رہی ہے اشارے
مقدر میں ہے میرے فرقت تمہاری

کیا جس نے مشتاق کو خود سے بیخود
یہ تیرا تبسم یہ عادت تمہاری

بیٹھے ہُوئے ہیں زلفِ پریشاں لئے ہُوئے
کس درجہ بے بسی کا ساماں لئے ہُوئے

رنگت اڑی ہوئی ہے تو گیسو کھُلے ہُوئے
مستی بھری نگاہ میں ارماں لئے ہُوئے

ایسی چلی ہوا کہ لُٹا گلشن قیامت
خود رہ گئے ہیں چاک گریباں لئے ہُوئے

چلتا رہا تلاش میں منزل کی رات دن
مُشتاق اپنے عہد کا پیماں لئے ہُوئے

مجھ کو تجھ سے پیار ہے پیارے
دل تو دل جاں نثار ہے پیارے

تو نے آنکھوں سے وہ پلائی ہے
جس کا اب تک خمار ہے پیارے

تیرے آنے سے آ گئی رونق
گویا تم سے بہار ہے پیارے

ہائے افسوس تو مرا نہ ہوا
چشمِ تر اشکبار ہے پیارے

تیرا ملنا تو اب نہیں ممکن
موت کا انتظار ہے پیارے

جانتا ہوں کہ میری جانب سے
تیرے دل میں غبار ہے پیارے

میں نے لینا ہے اور کیا تم سے
تیری صُورت سے پیار ہے پیارے

اور میں کیا کہوں بجز اس کے
دل بہت بے قرار ہے پیارے

تو مرا بن نہ بن خوشی تیری
تجھ پہ کب اختیار ہے پیارے

دل جو اپنا تجھے بنا نہ سکا
اِس لئے شرمسار ہے پیارے

اپنا کہہ دے اگر مجھے اے جاں
اِس میں کیا تجھ کو عار ہے پیارے

مجھ کو اُلفت ہوئی تجھے نفرت
شانِ پروردگار ہے پیارے

ضد نہ کر لے سنبھال اب اس کو
دل مرا مجھ پہ بار ہے پیارے

بات کرنا تو درکنار رہا
دید بھی ناگوار ہے پیارے

تم ہی جب آشنا مرے نہ رہے
کون پھر غمگسار ہے پیارے

تیرے مُنہ سے نہیں نہیں جچتی
کہہ دے ہاں مجھ کو پیار ہے پیارے

اب ترے لب ہلانے پہ اپنی
زیست کا انحصار ہے پیارے

اپنے مُشتاق کی خبر کچھ ہے
بے رُخی کا شکار ہے پیارے

قبرِ مُشتاق پہ ذرا آؤ
بے بسی کا مزار ہے پیارے

مجبُور ہوں لاچار ہوں اے جانِ تمنّا — میں جینے سے بیزار ہوں اے جانِ تمنّا
مدت ہوئی میں نے جو تجھے دیکھا نہیں ہے — میں تشنۂ دیدار ہوں اے جانِ تمنّا
آنکھوں میں بٹھاؤں کہ کلیجے سے لگاؤں — میں تیرا پرستار ہوں اے جانِ تمنّا
مجھ مجرمِ اُلفت کو جو چاہو وہ سزا دو — میں حاضر دربار ہوں اے جانِ تمنّا
دنیا میں حسیں ایک سے ہے ایک حسیں تر — میں تیرا طلب گار ہوں اے جانِ تمنّا
نادار ہوں مفلس ہوں مگر جان بھی دے کر — میں تیرا خریدار ہوں اے جانِ تمنّا

مشتاق سے مت پوچھ سیاہ چشم کی تاثیر
میں مست ہوں سرشار ہوں اے جانِ تمنّا

سلامت باد وہ سلطانِ خُوباں — غریب بے نوا کا جانِ جاناں
لبِ جاں بخش سے بخشا ہے جس نے — لبِ تشنہ دہاں کو آبِ حیواں
طریقہ ہے کریموں کا ازل سے — ابد تک بھرتے رہنا خالی داماں
امیں ہے نعمتِ حق کا وہ بے شک — محبت کے خزانے کا نگہباں !
نظیر اس کی نہیں اپنی نظر میں — مہ و خورشید و انجم اس پہ قُرباں
اسے حق نے عطا کی ہے وہ صورت — عدن کے موتی کو بھی دی نہ وہ شاں
حبیب اپنا ہے بے مانند بے شک — یہ نظرِ بد سے ہو محفوظ ہر آں
محبت کرنے والے کی وہ جاں ہے — نہ ہو یا رب کبھی یہ جان حیراں
دل پُر درد کی ہے یہ تمنّا — ابد تک وہ رہے فرحان وشاداں
قبولیت عطا کر اس کو یا رب — لطافت اور شرافت عزّت وشاں
رہے دائم حوادث سے سلامت — دل پُر سوز کا میرے ہے درماں
شہہِ بغدادؓ و خواجہ مہر علی شاہؒ — یہی اس کے رہیں ہر دم نگہباں

یہی ہے التجا درگاہِ حق سے
نہ ہو مشتاق وہ ہرگز پریشاں

آمنا سامنا

اس زمانے میں جب وفا ہی نہیں — دل لگانے کا حوصلہ ہی نہیں
اس کی مرضی وفا کرے کہ جفا — کوئی شکوہ کوئی گلہ ہی نہیں
وہ تو ہر وقت دل میں رہتا ہے — اِک لمحہ جُدا ہوا ہی نہیں
اپنا ہی جب نہیں رہا اپنا — غیر اپنا کبھی ہوا ہی نہیں
وہ تو یوں ہی سما گئے دل میں — آمنا سامنا ہوا ہی نہیں
آنکھوں آنکھوں میں کہہ دیا سب کچھ — مُنہ سے اِک لفظ بھی کہا ہی نہیں
اللہ اللہ یہ کیا تماشہ ہے — آشنا اپنا آشنا ہی نہیں
کِس محبت سے پیار سے اس کو — دیکھتا ہوں وہ دیکھتا ہی نہیں
توبہ توبہ یہ بچپنا اُس کا — پیار کیا ہے جانتا ہی نہیں
جس نظر سے میں دیکھتا ہوں اسے — اس نظر سے وہ دیکھتا ہی نہیں
وہ تو پل میں بدلتے ہیں قسمت — صِدق دل سے کوئی گیا ہی نہیں
دیتے ہیں مُراد مُنہ مانگی — مانگنے والا مانگتا ہی نہیں
حسرت دید رہ گئی دل میں — اِک زمانہ ہوا ملا ہی نہیں
یُوں تو وعدے ہزار کرتے ہیں — وعدہ ایفا کبھی ہوا ہی نہیں
چھوڑ دو مجھ کو اپنی حالت پر — میرے دُکھ کی کوئی دوا ہی نہیں
رد پڑے دیکھ کر میری حالتِ زار — قِصّہ غم تو ابھی سُنا ہی نہیں
اس کی آنکھوں سے لڑ گئی آنکھیں — دل میرا دل میرا رہا ہی نہیں
نفرتوں کا ہی دَور دَورا ہے — اب تو جینے کا کچھ مزا ہی نہیں

تجھ سے مشتاق کیا کرے گا وفا
جِس نے نامِ وفا سُنا ہی نہیں

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

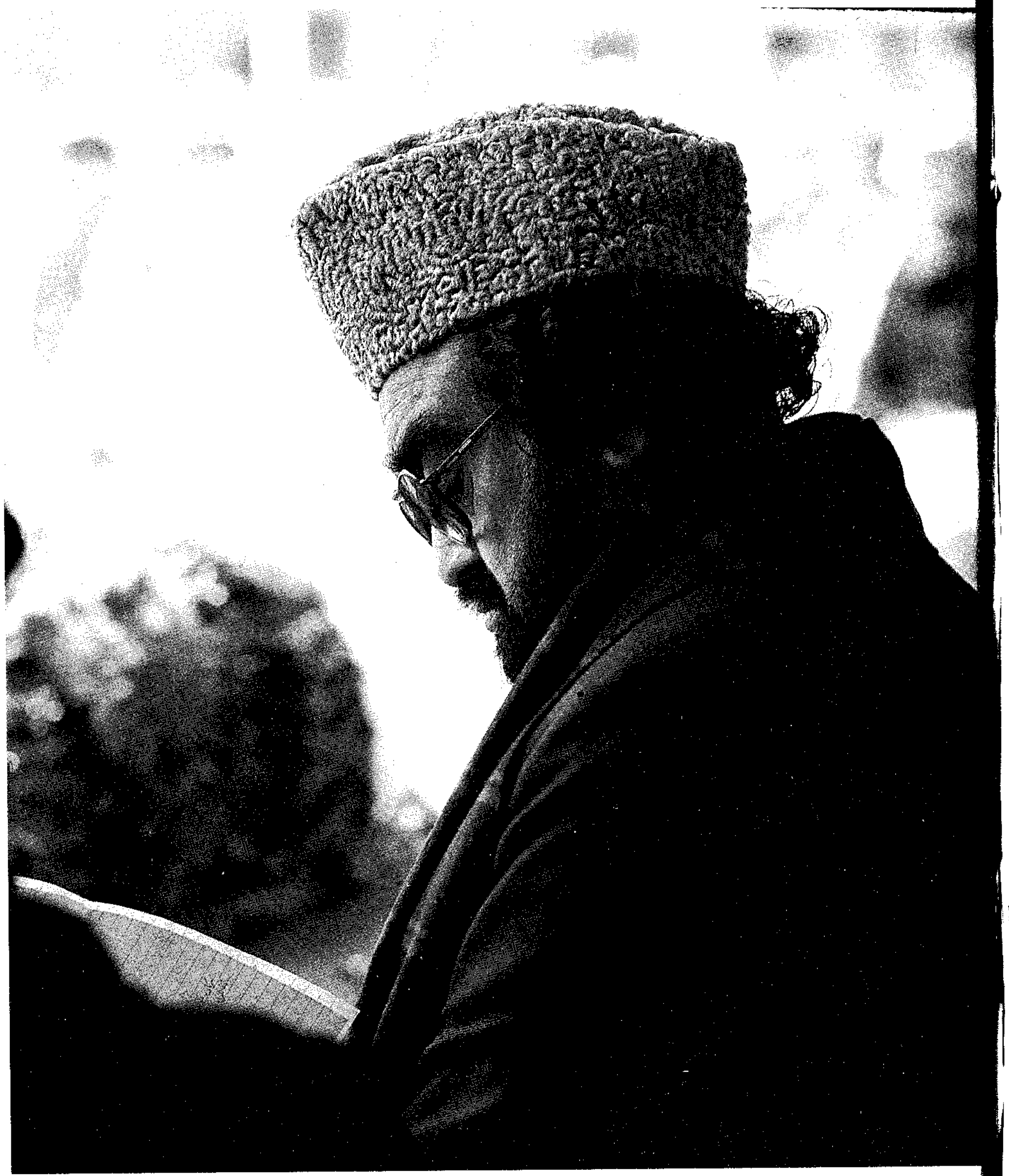

سیر وہ دیکھتے ہیں غور سے پروانوں کی — خیر مجھ کو نظر آتی نہیں انسانوں کی
سب کو دعویٰ تھا مگر وہ جو اُٹھے تیغ بکف — بات کی مجھ کو تو غیروں کو پڑی جانوں کی
دل سے لیلیٰ ہی کے نکلے نہ کدورت جب قیس — فائدہ خاک اڑانے سے بیابانوں کی
یاد ایام چلا کرتے تھے جب دَور پہ دَور — آنکھ بھر آتی ہے اب شکل سے پیمانوں کی
جوشِ وحشت میں بھی کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑو — اپنے مطلب کی ہے جو بات ہے دیوانوں کی
چارہ گر پرسش مجروح کو وہ آتے ہیں — نہ رہے گھر میں کمی آج نمکدانوں کی
یہ مروّت کا زمانہ ہی نہیں اے مشتاق
کوئی اپنوں کی شکایت ہے نہ بیگانوں کی

دل سے خیال یار بھُلانا محال ہے — اس گھر میں اب تو غیر کا آنا محال ہے
پردہ تعینات کا اُٹھے اگر ذرا — پھر ہوش میں کسی کا بھی آنا محال ہے
نکلے گی اب تو جان اسی پائے ناز پر — جب رکھ دیا ہے سر تو اُٹھانا محال ہے
جھکتا رہا ہے اور جھکے گا اسی جگہ — اب سر کا اور در پہ جھکانا محال ہے
ہم دیکھتے ہی جام محبت ہوئے ہیں مست — ساغر اُٹھا کے مُنہ سے لگانا محال ہے
یوں بس گئی ہے دل میں تری آرزو کہ اب — تیرے سوا کسی کا سمانا محال ہے
سنتے نہیں کسی سے مری داستانِ غم — کہتے ہیں اس کا سُننا سُنانا محال ہے
مشتاق نشہ یار کی مئے کا بھی ہے عجب
بے ہوش ہو کے ہوش میں آنا محال ہے